ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

16

www.tanzeem.org

یکم تا 7 شعبان المعظم 1439ھ/17 تا 23 اپریل 2018ء

اس شمارے میں

جمہوریت: حقیقت کیا ہے؟

نیکی کا حقیقی تصور

قندوز میں حافظ قرآن بچوں پر بمباری

مطالعہ کلامِ اقبال (66)

حقیقی دہشت گرد کون؟

جس طرف دیکھئے قیامت ہے!

اتباعِ ھویٰ

عجلت پسندی: قرآن وحدیث کی روشنی میں

ایک سالہ کورس کی اختتامی اور قرآن اکیڈمی ایلومنائی کی افتتاحی تقریب

بے یقینی

ہمارے معاشرے میں معتدبہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو بحمد اللہ شعوری سطح پر جاہلیت قدیمہ اور جدیدہ دونوں سے بچے ہوئے ہیں' لیکن ان کی بیماری ایک تیسری نوع کی بیماری ہے اور وہ ہے بے یقینی کی بیماری۔ یعنی مثبت طور پر جو یقین ہونا چاہیے انہیں وہ میسر نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ محض منفی چیزوں سے اگر آپ نے خود کو بچا بھی لیا تو اس سے آپ کے اخلاق و کردار پر اور آپ کی زندگی کے رُخ پر کوئی فیصلہ کن اثر مترتب نہیں ہو سکتا جب تک کہ مثبت طور پر یقین نہ ہو۔ سورۃ الحجرات کی آیت 14 کے درس کے ضمن میں مَیں نفاق اور ایمان کے بارے میں یہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ان دونوں کو یوں سمجھئے کہ نفاق ایک منفی قدر (minus value) ہے اور ایمان ایک مثبت قدر (plus value) ہے۔ پھر اس مثبت قدر میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا ہے۔ ایک میرا اور آپ کا ایمان ہے' ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' عشرہ مبشرہ اور بالخصوص انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان ہے۔ تو یوں سمجھ لیجیے کہ یہ معاملہ لامحدود درجے (plus infinity) تک چلتا جائے گا۔ اسی طرح نفاق کا معاملہ ہے۔ اس کا ایک نقطۂ آغاز بھی ہے اور اس کا تیسرا درجہ بھی ہے' جہاں پہنچ کر یہ ٹی بی کے مرض کی طرح لاعلاج ہو جاتا ہے۔ نفاق اور ایمان کے مابین ایک اور مقام ہے جسے میں ''zero level'' سے تعبیر کرتا ہوں۔ ہمارے ہاں بے یقینی کا شکار طبقے کی اکثریت اسی سطح پر کھڑی ہے۔ یعنی کوئی منفی چیز بھی نہیں ہے' نہ جاہلیت قدیمہ ہے نہ جاہلیتِ جدیدہ کم از کم شعوری سطح پر نہیں ہے لیکن مثبت طور پر یقین محکم والا ایمان بھی نہیں ہے اور اس کی طرف کوئی پیش قدمی بھی نہیں ہو رہی۔ تو ضرورت اسی یقین محکم والے ایمان کی ہے' جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

الھدیٰ (799)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

مومنین کا انعام و اکرام

سُورۃُ طٰہٰ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 73 تا 76

اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغۡفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَکۡرَہۡتَنَا عَلَیۡہِ مِنَ السِّحۡرِ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿۷۳﴾
اِنَّہٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۷۴﴾ وَ مَنۡ یَّاۡتِہٖ
مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰی ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ
مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۷۶﴾

آیت ۷۳ ﴿اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغۡفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَ مَاۤ اَکۡرَہۡتَنَا عَلَیۡہِ مِنَ السِّحۡرِ ؕ﴾ ’’ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں‘ تاکہ وہ بخش دے ہماری خطاؤں کو اور اس جادو کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔‘‘

تیرے مجبور کرنے پر ہم نے اپنے جادو کے بل پر اللہ کے پیغمبر علیہ السلام کا مقابلہ کرنے کی جو جسارت کی ہے ہم اپنے رب سے اس جرم کی معافی مانگتے ہیں۔ جب یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آئے تو آپؑ کی بارعب شخصیت سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور مقابلہ کرنے کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو گئے۔ اب جادوگروں کے اس اقراری بیان سے مزید واضح ہو گیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لینے اور آپؑ کی تقریر سن لینے کے بعد آپؑ سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تھے‘ لیکن بالآخر فرعون کے مجبور کرنے پر وہ اس پر آمادہ ہو گئے تھے۔

﴿وَ اللّٰہُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ﴿۷۳﴾﴾ ’’اور اللہ ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے۔‘‘

حق کو قبول کر لینے اور اللہ پر ایمان لا چکنے کے بعد اب ہم پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی ہے کہ بقاء و دوام صرف اللہ ہی کو حاصل ہے اور اسی کا راستہ سب سے بہتر راستہ ہے۔

آیت ۷۴ ﴿اِنَّہٗ مَنۡ یَّاۡتِ رَبَّہٗ مُجۡرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَہَنَّمَ ؕ لَا یَمُوۡتُ فِیۡہَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۷۴﴾﴾

’’یقیناً جو کوئی آئے گا اپنے رب کے پاس مجرم کی حیثیت سے تو اس کے لیے جہنم ہی ہے‘ نہ وہ اس میں مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔‘‘

آیت ۷۵ ﴿وَ مَنۡ یَّاۡتِہٖ مُؤۡمِنًا قَدۡ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَہُمُ الدَّرَجٰتُ الۡعُلٰی ﴿۷۵﴾﴾

’’اور جو کوئی آئے گا اس کے پاس مؤمن کی حیثیت سے (اور اس حالت میں کہ) اس نے نیک اعمال بھی کیے ہوں‘ تو یہ لوگ ہیں جن کے لیے اعلیٰ درجات ہوں گے۔‘‘

یعنی ایسے لوگ جن کے پاس ایمانِ حقیقی کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کی پونجی بھی ہو گی ان کے لیے بلند درجے ہوں گے۔

آیت ۷۶ ﴿جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ﴾ ’’رہنے کے ایسے باغات جن کے دامن میں نہریں بہتی ہوں گی‘ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔‘‘

﴿وَ ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۷۶﴾﴾ ’’اور یہی بدلہ ہے اُس کا جس نے اپنے آپ کو پاک کیا۔‘‘

فرمان نبویؐ

دین سے زور آزمائی کا انجام

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِنَّ الدِّیۡنَ یُسۡرٌ وَلَنۡ یُّشَادَّ الدِّیۡنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوۡا وَقَارِبُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالۡغَدۡوَۃِ وَالرَّوۡحَۃِ وَشَیۡءٍ مِّنَ الدُّلۡجَۃِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’دین آسان ہے‘ دین میں جس نے سختی کی تو دین نے اسے ہرا دیا (وہ شخص سرکشی کے باعث خائب و خاسر ہوا)۔ پس تم راہِ راست پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو‘ خوشخبری لو اور صبح و شام نیز رات کے آخری حصہ میں بندگی رب تعالیٰ سے اس کا قرب تلاش کرو۔‘‘

تشریح: دین اسلام آسان اور انسانی مزاج و فطرت کے عین مطابق ہے اور انسان کی ذہنی، فکری، عملی قوتیں بڑے سکون کے ساتھ اس کی ہمنوا بن سکتی ہے۔ ہاں اس کا تو کوئی علاج نہیں کہ کوئی آدمی اپنی طرف سے بے جا پابندیاں عائد کر کے اعمال کی زیادتی کرے اور دین شریعت میں اپنی طرف سے باتیں بڑھا کر خود ہی اپنے اوپر مشکلات و تنگیوں کو مسلط کرے۔ عبادت کے معاملے میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔ ہر وقت اپنے آپ کو عبادت کی محنت و مشقت میں مبتلا نہ رکھو۔ بلکہ اُن ہی اوقات میں عبادت کر لینے کو غنیمت جانو جن کا ذکر کیا گیا ہے یعنی دن کے ابتدائی حصے میں، دن کے آخری حصے میں اور رات کے آخری حصے میں، یہ تہجد کی نماز کی طرف اشارہ ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
یکم تا 7 شعبان المعظم 1439ھ جلد 27
17 تا 23 اپریل 2018ء شمارہ 16
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

جمہوریت: حقیقت کیا ہے؟

مغرب میں دانشوروں کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ جمہوریت انسانی شعور کے سیاسی ارتقاء کی معراج ہے۔ یہ منزل ہے اس کے آگے کچھ نہیں ہے۔ مسلمان ممالک میں اکثریت چونکہ اُن لوگوں کی ہے جو مغرب سے ذہنی طور پر اس قدر مرعوب ہیں اور دین سے دوری کی وجہ سے فکری لحاظ سے تہی دامن ہیں، لہٰذا مغرب کی امامت کو آنکھیں بند کیے تسلیم کرتے ہیں۔ پاکستان جو نظریاتی ملک ہونے کا دعوے دار ہے اور اپنا مطلب لا اِلٰہ اِلا اللہ بتاتا ہے، یہاں بھی اکثریت اسی بات کی قائل ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سول حکومت فوجی عدالتیں قائم کرنے کا بل پارلیمنٹ سے منظور کروانے کے لیے پیش کرے تو سابق چیئرمین سینٹ محترم رضا ربانی آنسوؤں روتے ہوئے اس بل کے حق میں ووٹ دیتے ہیں اور برملا اعلان فرماتے ہیں کہ میں نے مجبوری سے اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف ووٹ دیا ہے۔ مذہبی سیاسی جماعتیں بھی جمہوریت کا پرچم بلند کرنے کا نعرہ لگاتی ہیں۔ البتہ پاکستان کا وہ مذہبی طبقہ جو انتخابی سیاست سے لاتعلق ہے وہ جمہوریت کو برائیوں کی جڑ قرار دیتا ہے۔ اسے خلاف اسلام اور یہودیوں کی سازش قرار دیتا ہے۔ اور صاف صاف کہتا ہے کہ پاکستان کا کنواں اُس وقت تک پاک نہیں ہوسکتا جب تک اس میں سے جمہوریت کا کتا نکال باہر نہ کیا جائے۔

غیر جذباتی اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کے لیے معاملے کو باریک اور گہری نگاہ سے دیکھنا ہوگا۔ تجزیہ سے پہلے دو باتوں کو ذہن میں رکھنا ہوگا۔ اولاً یہ کہ یورپ میں جمہوریت اور صنعتی انقلاب تقریباً ایک ہی زمانے میں رونما ہوئے تھے اور ثانیاً یہ کہ جب ہم جمہوریت کی بات کریں گے تو اس میں ہرگز پاکستان کی جمہوریت زیر بحث نہیں ہوگی بلکہ برطانیہ جسے جمہوریت کی ماں کہنا چاہیے، اُسے سامنے رکھ کر بات کریں گے۔

کڑوی حقیقت یہ ہے کہ اس جمہوریت میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں۔ مثلاً حکمران اوتار نہیں سمجھے جاتے بلکہ عوامی سطح پر اُن کا کڑا محاسبہ ہوتا ہے۔ اُنہیں دوسرے عام انسانوں پر ترجیح نہیں دی جاتی۔ ملک کا وزیر خزانہ لائن میں کھڑا ہو کر بینک سے اپنا چیک کیش کرواتا ہے۔ صحت اور تعلیم کے لیے سہولتیں ایک جیسی ہیں۔ عوام اور حکمران میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ بادشاہ یا وقت کی ملکہ کے لیے ہسپتال میں ایک کمرہ ریزرو ہوتا ہے۔ (اسلام کے نزدیک تو یہ بھی غلط ہے) حکمران جو چاہے وہ نہیں کرسکتا بلکہ پارلیمنٹ جو عوام کی نمائندہ ہے اس کے سامنے جوابدہ ہے۔ ملک کا اصل حکمران وزیراعظم ہوتا ہے جو کسی دوست سے تحفہ بھی وصول نہیں کرسکتا، اسے کرپشن سمجھا جاتا ہے۔ تمام یورپ میں کم وبیش اسی طرح کی جمہوریت ہے۔ اسرائیل بھی جمہوری ملک کہلاتا ہے۔

وہاں کا وزیراعظم نیتن یاہو آج کل سخت آزمائش سے گزر رہا ہے۔ اُس نے ایک دوست سے تحفہ قبول کر لیا تھا لہٰذا پولیس دن رات اُس سے تفتیش کر رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ اگر اتنا اعلیٰ اور ارفع نظام یا طرزِ حکومت ہے اور ایک دنیا اس کی قائل ہے اور اپنے اپنے انداز میں یہ طرزِ حیات اپنائے ہوئے ہے تو دنیا مسائلستان کیوں بنی ہوئی ہے بلکہ صحیح تر الفاظ میں دنیا آگ میں کیوں جل رہی ہے؟

ہر طرف خون بہتا کیوں نظر آ رہا ہے۔ بیسویں صدی جو گزر چکی ہے انسانی تاریخ کی خونخوار ترین صدی تھی اور اکیسویں صدی کا تو آغاز ہی آگ اور خون سے ہوا تھا اور صاف نظر آ رہا ہے کہ ظلم وتشدد اور خونخواری کے حوالے سے بیسویں صدی کو پیچھے چھوڑ جائے گی۔ آخر کیوں اگر جمہوریت دنیا میں مساوات لے آئی ہے' عالمی انصاف اور امن کے ادارے بڑے پُرشکوہ اور طاقتور نظر آتے ہیں تو اس کا نتیجہ تو یہ نکلنا چاہیے تھا کہ دنیا امن کا گہوارہ بنی ہوتی۔ یہاں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پی رہے ہوتے۔ حقیقت یہ ہے کہ سازش ہوئی ہے انسانیت کے ساتھ بڑی عیاری کی گئی ہے اور بڑا گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے۔ خود بیچاری جمہوریت سازشیوں کے ہاتھوں تگنی کا ناچ ناچ رہی ہے۔

جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں تحریر کیا ہے صنعتی انقلاب اور جمہوریت تقریباً ہم عمر ہیں۔ سازشی ٹولے نے دنیا پر سرمایہ دارانہ نظام مسلط کیا۔ اس نظام نے دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک خون چوسنے والے اور ایک وہ جن کا خون چوسا جاتا ہے۔ سمجھنے کے لیے فارم ہاؤس کی مثال مناسب رہے گی۔ فارم ہاؤس کا مالک گائے بھینس کو چارہ ڈالتا ہے' سمجھدار مالک اچھا کھلاتا ہے' بہتر اور زیادہ دودھ حاصل کرنے کے لیے یہ اچھی پالیسی ہے۔ یہاں ضمنی طور پر عرض کر دیں کہ اشتراکیت کے بہت جلد ناکام ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ گائے بھینس کو اچھا کھلائے بغیر زیادہ دودھ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام مسلط کرنے والا ٹولہ کھلاتا پلاتا بھی اچھا ہے اور اُسے چاق وچوبند رکھنے کے لیے اُس کی مالش بھی کرتا ہے۔ پھر بھی چونکہ انتہائی استحصالی نظام ہے لہٰذا ڈر تھا کہ Animal farm میں کسی وقت بغاوت ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس نظام کا ظلم اور استحصال چھپانے کے لیے اسے ایک خوبصورت لباس پہنایا گیا جس کا نام جمہوریت ہے۔ کسی سے بحث کر کے دیکھ لیجیے اگر جمہوریت پاکستان مارکہ نہیں ہے تو جمہوریت کے فوائد گنوانے والے جیت جائیں گے اس لیے کہ آپ کو face value پر بات کرنا پڑے گی۔ وہ سرمایہ دارانہ نظام جو بدترین استحصالی نظام ہے اور حقیقی جمہوریت بھی اُس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنی ہوئی ہے۔ وہ زیرِ بحث ہی نہیں آتا' صرف جمہوریت کے ظواہر زیرِ بحث آتے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سرمایہ دارانہ نظام نے اس جمہوریت کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔

جس مذہبی طبقے کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ جمہوریت مخالف ہے اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جمہوریت کے پیچھے لٹھ لیے تو دوڑتا رہتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام جو اصلاً فساد کی جڑ ہے جس نے اپنے بدبودار جسم کے اوپر جمہوریت کا خوبصورت لبادہ اوڑھا ہوا ہے اُسے فوکس نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر چور کی ماں کو نہ مارا گیا تو چوروں سے نجات حاصل نہیں کی جا سکے گی۔ شجرِ خبیثہ کی شاخیں کاٹنے سے اُس کی خباثت ختم نہیں ہوگی اُسے جڑ سے کاٹنا ہوگا۔ ہمارے مذہبی طبقے کی مجبوریاں ہیں ورنہ اگر براہِ راست سرمایہ دارانہ نظام کو نشانہ بنایا جائے تو جناب جمہوریت تو مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہے اس لیے کہ اس کا محض چہرہ روشن ہے اور اندرون چنگیزیت سے تاریک ہے۔ یہ اندرون سرمایہ دارانہ نظام ہے جو اصلاً کارفرما ہے۔ عدل، مساوات اور آزادی یہ تو اسلام کے انسانیت کو دیئے ہوئے تحفے ہیں اگر آج مسلمانوں نے اس نظام سے منہ موڑ لیا ہے تو جنہوں نے یہ زریں اصول اپنا لیے ہیں تو باوجود اِس کے کہ اُنہوں نے انہیں جزوی طور پر اپنایا ہے پھر بھی ہم اُن کے غلام بننے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اس لیے کہ یہ زریں اصول جزوی طور پر بھی اپنائے جائیں تو معاشرے اتنے مضبوط اور طاقتور ہو جاتے ہیں کہ دوسروں پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔

ایک اہم نکتہ کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام دنیا کو امن کا گہوارہ اس لیے بناتا ہے کہ وہ عدل کے معاملے میں مسلم اور غیر مسلم کی تفریق نہیں کرتا اور آج دنیا میں فساد اس لیے برپا ہے کہ عدل، مساوات اور آزادی اپنی قوم اور ملک کے لیے حلال اور غیروں کے لیے حرام قرار پائی ہے۔ یہ انسانیت کی بہت بڑی بدقسمتی ہے آج دنیا میں جو آگ اور بارود کا کھیل کھیلا جا رہا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ غالب قوتیں دہرا معیار رکھتی ہیں امت مسلمہ کو یہ اچھی طرح سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ مسلمان اگر اسلام کا عادلانہ نظام قائم کیے بغیر عزت، وقار اور غلبہ چاہتا ہے تو یہ طفلانہ خواہش، احمقانہ سوچ اور دل بہلاوا تو ہوسکتا ہے حقیقت نہیں ہوسکتی۔

نیکی کا حقیقی تصور

(آیۃ البر کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 06 اپریل 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراہیم

محترم قارئین! پچھلی دفعہ ہم نے ایمانیات کا مطالعہ کیا تھا۔ ہمارے معاشرے میں نیک اور اچھے لوگوں کے لیے القابات بھی ہیں۔ عابد، زاہد، عالم ہر ایک کی اپنی connotation ہے۔ یہ سب ہی اچھے عنوانات ہیں۔ عابد کا اپنا ایک مفہوم معین ہے۔ یعنی عبادت میں اس کا دل زیادہ لگتا ہے، زیادہ شوق سے عبادت کر رہا ہے۔ اس کو ہم عابد کہیں گے۔ زُہد بھی ایک مطلوبہ وصف ہے۔ انسان کے اندر زہد ہونا چاہیے۔ زُہد کا مفہوم ہے دنیا کی لذات سے کنارہ کشی کرنا، ان میں زیادہ ملوث نہ ہونا۔ ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرنا۔ اسی طرح عالم کا بھی بڑا اونچا مقام ہے اور عالم کا مطلب ہے صاحب علم ہونا۔ یعنی دین کا علم، قرآن وحدیث کا علم جاننے والا۔ یہ سب اچھے اوصاف ہیں لیکن ان کا اپنا اپنا الگ مفہوم ہے۔ لیکن یہاں بحث یہ آرہی ہے کہ اللہ کے نزدیک نیک آدمی کون ہے۔ ہم میں سے ہر شخص کسی کی تعریف کرتا ہے کہ بڑا نیک آدمی ہے۔ نیک ہونا ایک بڑا اچھا وصف ہے، اس کے اندر بہت ساری خوبیاں ہیں۔ از روئے قرآن نیکی کا سب سے بڑا مظہر خدمت خلق کا کام ہے۔ یعنی ایک شخص اگر نیک ہوگا تو وہ سب سے زیادہ خدمت خلق کے کاموں میں نمایاں ہوگا۔

﴿وَلٰـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ﴾ ’’بلکہ نیکی تو اُس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر۔ اور وہ خرچ کرے مال اس کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنوں کے چھڑانے میں۔‘‘

نیک انسان کا سب سے بڑا وصف خدمت خلق ہے لیکن اس سے پہلے ایمان باللہ، ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ اگر اچھے سے اچھا عمل کیا جائے لیکن وہ خالصتاً اللہ کے لیے نہیں ہوگا تو وہ اللہ کے ہاں نیکی شمار نہیں ہوگا۔ اس کے محرکات کچھ اور ہو سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ جب الیکشن قریب ہوتے ہیں تو امیدوار بہت خدمت خلق کے کام کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ ملتے ہیں، ان کے بچوں کو پیار کرتے ہیں لیکن جب الیکشن ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد وہ لوگوں کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ ان کا رویہ ہی بدل جاتا ہے۔ ایمان باللہ کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بھی خیر کا کام کیا جا رہا ہو، خدمت خلق کا کام کیا جا رہا ہو تو نیت یہ ہو کہ اللہ راضی ہو جائے تب وہ اللہ کے ہاں نیکی شمار ہوگی۔ اسی طریقے سے ایمان بالرسالت کی بھی اس میں بڑی اہمیت ہے۔ ایمان بالرسالت میں کتاب، فرشتے اور انبیاء بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ ان تین کو ملائیں تو یہ ایمان بالرسالت ہے اور ایمان بالرسالت کا تقاضا یہ ہے کہ نیکی کے جو تصورات ہمارے پاس نبی اور رسول کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان کو اختیار کیا جائے۔ ورنہ اپنے طور پر نیکی کا کوئی بھی تصور اگر آپ پال لیں گے اور اس کے مطابق بڑی سے بڑی قربانی بھی آپ دے لیں تو پھر بھی وہ نیکی شمار نہیں ہوگی۔ مثلاً عیسائیوں نے رہبانیت کو نیکی سمجھ کر اختیار کیا اور اس کے لیے اپنے اوپر بہت سختیاں بھی جھیلتے رہے، ظاہر ہے گھر بار سے دور کسی جنگل میں، کسی خانقاہ میں جا کر فقر کی زندگی گزارنا، لذات دنیوی سے کنارہ کش رہنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس کے لیے بہت temperament کی ضرورت ہے۔ یوں سمجھئے کہ جو رہبانیت اختیار کیے ہوئے ہیں ان کا مسلسل روزہ چل رہا ہے لیکن یہ imbalance ہے۔ نبیوں اور رسولوں کے ذریعے نیکی کا جو تصور انسانیت کو دیا گیا ہے یہ اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا نیک ہونے کے لیے ایمان بالرسالت بھی لازمی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تین اشخاص ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نفلی عبادات کے بارے میں معلوم کیا کہ رات کو آپؐ کتنی نفلی نماز پڑھتے ہیں؟ مہینہ میں کتنے نفلی روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ایک کھلی کتاب کی مانند تھی، اس میں تصنع کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ ازواجِ مطہراتؓ نے کسی بات میں مبالغہ نہیں کیا، جو صحیح صحیح بات تھی وہ بتا دی۔ ان صحابہؓ نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کہ حضور ﷺ تو معصوم ہیں، آپؐ سے تو کسی خطا کا صدور ممکن ہی نہیں، آپ ﷺ کو تو اتنی نفلی عبادات کی بھی ضرورت نہیں جتنی آپ ﷺ کر رہے ہیں، یہ بھی آپ ﷺ کے لیے بہت ہے، لیکن ہمارے لیے یہ کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک نے کہا کہ میں تو پوری رات نفلی نمازوں میں گزاروں گا، کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا، کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں شادی اور گھر گرہستی کا کھکھیڑ مول نہیں لوں گا، اس سے تو اللہ سے لو لگانے اور تعلق استوار کرنے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، میں تو ساری عمر

تجرّد کی زندگی بسر کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ اپنی عادتِ شریفہ اور خُلقِ کریم کے خلاف ناراض ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن تینوں کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ ''میں تم میں سے ہر ایک سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں رات کو سوتا بھی ہوں اور نفلی نماز بھی ادا کرتا ہوں۔ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں۔ میں نے شادیاں بھی کی ہیں اور میرے حبالۂ عقد میں متعدد ازواج ہیں''۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ)) ''(کان کھول کر سن لو! کسی کا عمل چاہے کتنے ہی نیکی کے جذبے کے تحت ہو، لیکن) جس کسی نے میری سنت اور میرے طریقے کو چھوڑ دیا (اور اس کے برعکس روش اختیار کی تو جان رکھو) اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

گویا نیکی کے بعض تصورات میں یہ imbalance کا معاملہ بھی ہوتا ہے لہٰذا کامل پیکر ہمارے سامنے ہونا چاہیے تاکہ نیکی کا جو صحیح تصور ہے اس کے حوالے سے ہمیں راہنمائی ملے کہ اصل نیکی کیا ہے اس کے اندر توازن کیا ہے؟ لہٰذا ایمان بالرسالت بھی لازمی ہے کیونکہ اب قیامت تک نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا دور ہے لہٰذا جو نیکی ان کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق ہوگی وہ نیکی مانی جائے گی۔

آخرت پر ایمان کا ظہور اس طرح ہوگا کہ بندہ کو بھی نیک عمل یہ سوچ کر نہ کرے کہ مجھے اس کی جزا دنیا میں ہی ملنی چاہیے۔ جیسے کہتے ہیں کہ honesty is the best policy۔ یعنی آپ کاروبار کو دیانت سے چلائیں گے، دیانتدار بن کر رہیں گے تو دنیا میں زیادہ آمدنی ہوگی۔ اگر یہ سوچ کر بندہ دیانتداری اختیار کر رہا ہے تو اس کا اصل مقصود دنیا کی کامیابی اور فائدہ ہے۔ وہ فائدہ اس کو مل جائے گا لیکن آخرت میں اس کے حوالے سے کچھ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس نے اللہ کے لیے اور آخرت کے لیے کیا ہی نہیں ہے۔ لہٰذا نیکی کی بحث میں ایمانیات کی اہمیت بنیادی ہے۔ ورنہ عام طور پر نیکی کا تصور یہ ہے کہ کوئی شخص ضرورت مند ہے تو اس کی ضرورت پوری کر دو۔ اس ضمن میں نیکی کرنے والے کا ایمان کیا ہے، اس کا عقیدہ کیا ہے؟ کس مذہب سے تعلق ہے؟ اس بحث میں پڑتا ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ اللہ کی نگاہ میں نیکی وہ شمار ہوگی جو ان تینوں ایمانیات کے تقاضوں کے مطابق ہوگی۔

عملی اعتبار سے کسی ایسے نیک شخص کی شخصیت کا اہم جزو خدمت خلق کے کام ہیں۔ یعنی دوسروں کے کام آنا۔ اگر اللہ نے دولت دی ہے تو اس دولت کو ابنائے نوع کی ضرورتوں اور فلاح کے لیے خرچ کرنا۔ یہی بات سورۃ آل عمران اس طرح آئی ہے کہ:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط﴾ (آل عمران:92) ''تم ہرگز نہیں پہنچ سکتے نیکی کے مقام کو جب تک کہ خرچ نہ کرو اس میں سے جو تمہیں پسند ہے۔''

یعنی اگر کسی کو خیرات دینی ہے تو اچھی چیز دو۔ نیک شخص وہ ہے جو لوگوں کی مدد بھی کر رہا ہے، اچھے طریقے سے اچھی چیز دے رہا ہے۔ چنانچہ ایسا نیک شخص جو ایمانیات کے تقاضے پورے کر رہا ہو اس کا ظاہری وصف ابنائے نوع کی ہمدردی میں خدمت خلق کے کام کرنا ہے۔ اس کے بعد مزید اوصاف اُس کے یہ ہیں:

﴿وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ج﴾ ''اور قائم کرے نماز اور ادا کرے زکوٰۃ۔''

یعنی وہ دینی فرائض کو باقاعدگی سے ایمانیات کے تقاضوں کے مطابق ادا کرنے والا ہوگا۔

﴿وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ج﴾ ''اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب کوئی عہد کر لیں۔''

یعنی ایسا نہیں ہوسکتا کہ نیک شخص اور تو وہ سارے اچھے کام کر رہا ہو جن کا یہاں ذکر ہو رہا ہے لیکن بدعہد ہو۔ نیکی کا ایک پیکر ہے۔ جیسے ایک درخت اپنی جڑ سے لے کر اوپر تک ایک پیکر ہے۔ اس کے اندر پتے بھی ہیں ٹہنیاں بھی ہیں اور جڑیں بھی ہیں۔ اگر آم کا درخت ہے تو وہ جڑ سے لے کر اوپر تک آم ہی کا درخت ہوگا۔ یہ نہیں کہ درخت تو آم کا ہے لیکن پھل کسی اور کا ہے۔ اسی طرح نیکی کے پیکر میں جہاں دیگر خیر کے اوصاف موجود ہیں تو وہاں عہد کی پابندی کا وصف بھی شامل ہے۔ انسان کے کردار کے اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے کہ انسان جو بات

پریس ریلیز 13 اپریل 2018ء

ہمیں اسلامی اقدار کا تحفظ ہر صورت کرنا ہوگا

اقوام متحدہ کے اس مطالبے پر کہ پاکستانی معاشرے کو سیکس فری ہونا چاہیے، حکومت نے مثبت جواب دیا ہے

کیا غیر ملکی سفارت کاروں کے پاس پاکستانی شہریوں کے قتل کا لائسنس ہوتا ہے؟

حافظ عاکف سعید

ہمیں اسلامی اقدار کا تحفظ ہر صورت کرنا ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے اس خبر پر تشویش کا اظہار کیا کہ پاکستان نے اقوام متحدہ کے اس مطالبے پر کہ پاکستانی معاشرے کو سیکس فری ہونا چاہیے، کا جواب Officially noted یعنی مثبت دیا ہے گویا حکومت اس سمت اقدام اٹھائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایسا ہی مطالبہ اقوام متحدہ نے 2008ء میں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت سے کیا تھا لیکن اُس کی حکومت نے اسے سختی سے رد کر دیا تھا۔ آج مسلم لیگ کی حکومت اسے تسلیم کر کے اسلامی احکامات کی صریحاً خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ امریکی سفارت کار کا نوجوان کو اپنی گاڑی تلے روندنے کے واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے پوچھا کہ کیا سفارت کاروں کے پاس شہریوں کے قتل کا لائسنس ہوتا ہے؟ مشرف نے افغانستان کے سفیر ملا ضعیف سے بدسلوکی کی تھی اور اُسے امریکہ کے حوالے کر دیا تھا۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ کے دھرنے کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اُن کے طرزِ تکلم سے اختلاف ہونے کے باوجود ہم یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ وعدہ کسی سے بھی کیا جائے پورا کرنا چاہیے۔ حکومت نے بالآخر اُن کے مطالبات تسلیم کر کے سو جوتے بھی کھائے ہیں اور سو پیاز بھی کھائے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ حکومت کو تمام معاملات پوری سوچ و بچار اور تحمل و بردباری سے طے کرنے چاہییں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

طے کرے اس پر پورا اُترے۔ چنانچہ نیک شخص جب بھی کوئی عہد کرے گا تو وہ اس کو پورا کرے گا۔

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۭ﴾ ''اور خاص طور پر صبر کرنے والے فقر و فاقہ میں' تکالیف میں اور جنگ کی حالت میں۔''

بظاہر صبر کا نیکی کے ساتھ کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہمارے خیال میں نیکی ہمیشہ دوسروں کے ساتھ کی جاتی ہے جبکہ صبر کا تعلق اپنی ذات سے ہے۔ مگر درحقیقت صبر بھی نیکی کا ایک حصہ ہے۔ یہاں جنگ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یعنی رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنا نہ کہ کسی علاقائی عصبیت یا وطنیت کی بنیاد پر۔ یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ نے اس زمین کے لیے ایک پورا نظام دے دیا ہے۔ فرد کے حوالے سے بھی بتا دیا کہ اُس نے کیا کرنا ہے اور ریاست کے حوالے سے بھی بتا دیا کہ ریاست کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اس حوالے سے سب تفصیل قرآن وحدیث میں دے دی گئی ہے۔ اب اگر ہم مانتے ہیں کہ یہ زمین اللہ کی ہے تو پھر اس پر نظام بھی اللہ کا ہی قائم ہونا چاہیے۔ چنانچہ اللہ کے اس حق کے لیے کھڑے ہونا نیکی کا ہی ایک حصہ ہے اور پھر یہ انسانیت سے بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ اسی لیے نیکی کی بحث میں یہاں یہ چیزیں آئی ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں انسان کی فلاح اور اس کی خدمت اسی میں ہے کہ اس زمین پر اللہ کا نظام قائم کیا جائے جو کہ نظام عدل اجتماعی ہے اور ہر لحاظ سے پرفیکٹ اور کامل نظام ہے۔ دورِ خلافت راشدہ اس کی عمدہ مثال ہے۔ اس میں کیا خاص بات تھی؟ باقی ساری چیزیں ایک طرف رکھیں، اصل بات یہ تھی کہ لوگوں کو ان کے حقوق مل رہے تھے چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ اسی نظام کی برکات تھیں کہ لوگ زکوٰۃ لیے پھرتے تھے مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ گویا کہ وہ نظام ویلفیئر کا نمونہ تھا جس کے اندر عدل ہی عدل تھا، استحصال بالکل نہیں تھا۔ لیکن آج کا جمہوری طرزِ حکومت جو کہ اصل میں سرمایہ دارانہ نظام کے تحت ہی چل رہا ہے، انتہائی استحصالی ہے۔ جیسے اقبال نے کہا تھا کہ

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

پوری نوع انسانی کے تناظر میں آپ دیکھیں تو چند فیصد افراد ہیں جو ساری دولت پر قابض ہیں اور باقیوں کو وہ بھیک کے انداز میں دے رہے ہیں اور پھر اسی دولت کے ذریعے وہ انسانوں کو حیوان بنا رہے ہیں۔ یہ فحاشی اور عریانی کا سیلاب جو آیا ہوا ہے یہ ایک ایسا ابلیسی طریقہ ہے جو سرمایہ دارانہ نظام نے انسان کو حیوان بنانے کے لیے نکالا ہے۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کی اساس سود پر ہے اور سودی معیشت بھی انسان کو حیوان بنانے کا ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا انسانیت کی اصل بھلائی اور انسانیت کی اصل خدمت اس استحصالی نظام سے اُسے چھٹکارا دلانا ہے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ جب اللہ کے نیک بندے اللہ کی اس دھرتی پر اللہ کا ہی دیا ہوا نظام قائم کریں گے۔ ظاہر ہے دنیا پر اپنا استحصالی پنجہ گاڑھے سرمایہ دارانہ نظام تو آسانی سے راستہ نہیں دے گا کہ اس کی جگہ اللہ کا نظام کا قائم ہو۔ لہٰذا اُس کے لیے ایک سطح پر جنگ ناگزیر ہو جاتی ہے۔ نیک لوگوں کو اس ضمن میں تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ افغانستان پر حملہ کیوں کیا گیا؟ ظاہر ہے وہاں شریعت محمدیؐ نافذ ہوئی اور اس کی وجہ سے یہ تاثر آ رہا تھا کہ وہ ایک ایسا نظام ہے جس میں اتنا عدل وانصاف ہے اور اس کی وجہ سے اتنا امن وامان ہے کہ بالکل جرائم سے پاک معاشرہ وجود میں آ گیا۔ جو بھی وہاں جاتا تھا وہ واپس آ کر کہتا تھا کہ دورِ خلافت راشدہ کی یاد تازہ ہوگئی۔ دورِ خلافت راشدہ میں بھی یہی ہوا تھا کہ ہر طرف امن وامان تھا، برکت ہی برکت تھی، خیر ہی خیر تھی۔ اسی برکت کو دیکھ کر کروڑوں لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ مسلمان جو علاقے فتح کرتے تھے وہاں اعلان کرتے تھے کہ آج سے بادشاہت اور ملوکیت کا بے رحم نظام ختم ہے اور رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم ہوگا اور ہم رب کے غلام ہیں اور غلام کی حیثیت سے اپنے آقا کے نظام کو نافذ کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ نظام جب سامنے آتا تھا تو لوگوں کی آنکھیں کھل جاتی تھیں کہ ایسا نظام کہ انسان کی تمام بنیادی ضروریات کی کفیل ریاست ہے۔ یہ تصور پہلی دفعہ اسلام نے دیا تھا ورنہ سارا مال اور وسائل ہڑپ کرنے کے لیے ایک ہی شاہی خاندان ہوتا تھا اور سارے حقوق اسی کے ہوتے تھے۔ مگر جب اسلامی نظام آیا تو اس نظام کو دیکھ کر کروڑوں لوگ مسلمان ہوگئے اور اسلام آٹھ صدیوں تک اس زمین پر سپریم پاور رہا ہے۔ اگرچہ بعد میں اس میں ملوکیت کے اثرات آ گئے اور آہستہ آہستہ زوال آتا گیا۔ وہ الگ بات ہے لیکن دورِ خلافت راشدہ والا نظام سب سے زیادہ سچا تھا۔ وہی برکات افغانستان میں بھی دیکھنے میں آئیں جب وہاں شریعت نافذ تھی۔ میرا اپنا تجربہ ہے۔ ایک مرتبہ ہم وہاں گئے تھے۔ ہمارے میزبان جو طالبان میں سے نہیں تھے لیکن اپنا ایک مدرسہ چلا رہے تھے۔ وہ ہمیں جلال آباد شہر کی سیر کرانے نکلے اور انہوں نے وہاں مختلف محکموں کی عمارات دکھائیں۔ ایک عمارت کے پاس آ کر کہا کہ یہ جیل ہے اور یہ تین صوبوں کی مشترک جیل ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تو جیل اس قدر بھری ہوگی کہ تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوگی۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اس وقت اس میں صرف تین قیدی ہیں۔ آج کی دنیا میں اس جیسی یا اس کے آس پاس بھی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ جبکہ آج وہاں امریکہ نے جو نظام قائم کیا ہے تو اس کی وجہ سے جیلیں بھری ہوئی ہیں۔

چنانچہ سب سے بہترین اور اصل خدمت خلق یہ ہے کہ انسان کو استحصالی نظاموں سے چھٹکارا دلا کر اللہ کے دیے ہوئے نظام عدل اجتماعی کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے۔ ظاہر ہے اس کے لیے تکالیف اُٹھانی پڑیں گی، جنگ وجہاد کے مراحل سے بھی گزرنا پڑے گا، جان ومال کی قربانی بھی دینی پڑے گی اور ان سے مشکلات و مصائب میں صبر سے کام لینا بھی نیکی کا حصہ ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقی نیکی تب بنتی ہے جب اُس کا یہ پورا تصور عملی طور پر سامنے آئے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۭ﴾ ''یہ ہیں وہ لوگ جو سچے ہیں۔''

یعنی اللہ کی نگاہ میں وہی لوگ نیک ہیں جن میں یہ اوصاف موجود ہوں۔ صرف وہی نیک ہونے کے دعوے میں سچے ہو سکتے ہیں۔

﴿وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ١٧٧﴾ ''اور یہی حقیقت میں متقی ہیں۔''

اقامت دین کے سلسلے میں جہاد وقتال کے مراحل میں ہی مسلمانوں کے لیے یہ آزمائش بھی ہے کہ وہ کتنے اللہ کے وفادار ہیں؟ کیا اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے اپنی گردن کٹوانے کے لیے تیار ہیں کہ نہیں ہیں؟ قرآن مجید میں جگہ جگہ قتال کا ذکر اسی ضمن میں آیا ہے۔ کیونکہ جب ابلیسی قوتوں کی حکمرانی ہوتی ہے تو دنیا فساد سے بھر جاتی ہے اور اس وقت آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے؟ جب ہم ابلیسی قوتوں کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں تو ہم پھر وہی کچھ کرتے ہیں جو موجودہ افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت نے قندوز میں کیا ہے۔ چنانچہ جہاد کا اصل مقصد اقامت دین کی جدوجہد ہے اور اسی میں نوع انسانی کی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے اصل تصور کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قندوز میں حافظ قرآن بچوں پر بمباری

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید

رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا تاکہ ظلم وفساد ختم ہو اور جہاد کا مقصد پورا ہو سکے، اسی میں انسانوں بالخصوص مسلمانوں کی آزمائش ہے کہ وہ اللہ کے کتنے وفادار ہیں؟ کیا وہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام کرنے کے لیے اپنی گردنیں کٹوانے کے لیے تیار ہیں؟ قرآن مجید میں جا بجا جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا حکم آیا ہے۔ اسی میں نوع انسانی کی فلاح ہے۔ جب ابلیسی قوتوں کی حکمرانی ہوتی ہے تو دنیا ظلم وفساد سے بھر جاتی ہے اور جب ہم ابلیسی قوتوں کی صف میں کھڑے ہوتے ہیں تو وہی کچھ کرتے ہیں جو افغانستان کی موجودہ کٹھ پتلی حکومت نے حال ہی میں امریکہ کو خوش کرنے کے لیے صوبہ قندوز میں کیا ہے۔ یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ وہاں سینکڑوں حافظ قرآن بچوں پر جو بمباری افغان فضائیہ نے کی ہے اور جس کی تصویریں سامنے آئی ہیں ان کو دیکھ کر آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ امریکہ افغانستان میں کس بنیاد پر آیا ہے؟ یہ اس کا سب سے بڑا جرم ہے۔ امریکہ نے عراق پر ایک شبہ کی بنیاد پر حملہ کیا۔ اس کے نتیجے میں تقریباً ڈھائی لاکھ عراقی مسلمان قتل ہوئے اور اس سے زیادہ بے گھر ہوئے ہیں۔ آخر میں اس نے اعتراف کیا کہ یہاں تو mass destruction weapons تو برآمد نہیں ہوئے جس کے شبہ میں ہم نے عراق پر حملہ کیا تھا۔ امریکہ کی ان تمام دہشت گردیوں کے باوجود مسلمانوں ہی کو دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ افغان فضائیہ کی بمباری سے شہید ہونے والے ان بچوں کا جرم کیا تھا؟ وہ اس دین متین کا علم حاصل کر رہے تھے جو اللہ نے اپنے آخری نبی رحمت اللعالمین ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کو عطا کیا۔ وہ آپ ﷺ کی ہوئی اسلامی تعلیمات حاصل کر رہے تھے۔ جو نظام حضور ﷺ نے دیا وہی تو نوع انسانی کے لیے سب سے بڑی رحمت ہے۔ بہر حال افغانستان، کشمیر اور فلسطین میں معصوم اور نہتے مسلمانوں کا قتل عام ایک ہی پالیسی کا حصہ ہے۔ ان بچوں کی شہادت سے افغانستان حکومت کا سر شرم سے جھک جانا چاہیے۔ افغان حکومت امریکہ سے دوستی اور افغان طالبان سے دشمنی میں اس حد تک اسلام سے بغاوت پر اتر آئی ہے کہ وہ عام شہریوں کے بچوں پر حملہ کر کے اپنے آقاؤں کو خوش کر رہی ہے۔ ہم لوگ حالات و واقعات سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ ہنری کسنجر نے کہا تھا کہ امریکیوں سے دوستی ان کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔ ہم امریکہ کے اشارے پر اس کی جنگ میں کود پڑے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ایک ہی دھمکی پر ہمارے حکمرانوں نے خود بھی اور ساتھ ساتھ اپنی قوم سے بھی اس کے آگے سپر ڈلوا دیا۔ افغانستان میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، اس میں ہمارا بہت بڑا کردار ہے۔ ہم نے وہاں کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے میں امریکہ جیسی ابلیسی قوت کا بھرپور ساتھ دیا۔ لہٰذا پوری قوم اللہ کے عذاب کی زد میں ہے۔ قندوز کا سانحہ بتاتا ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اپنے آخری مرحلے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ بنائے بیٹھی ہیں۔ دوسری طرف مسلم ممالک کے حکمراں بڑھ چڑھ کر ان کے ناپاک ایجنڈے کی تکمیل کے لیے حاضر ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔ ہم پاکستانیوں نے امریکہ کی خوشنودی کے لیے کیا کچھ نہ کیا لیکن ہمارے حصے میں لعن طعن اور وہاں سے ڈومور کے احکامات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہم پھر بھی سبق سیکھنے کے لیے تیار نہیں۔ مسلمانوں کو کرنا یہ چاہیے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے وفاداری کا تقاضا ہے جسے علامہ اقبال نے اپنی نظم جواب شکوہ کے آخر میں بتایا ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام دشمن قوتوں کو تباہ کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ لیکن یہ دنیا ہمارے لیے دارالامتحان ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ پیرا میٹرز بتا دیے ہیں۔ قرآن و حدیث کی تعلیمات بھی ہمارے سامنے ہیں۔ مسلمان جب تک اللہ اور اس کے دین کے وفادار رہیں گے تو دنیا میں غالب وسربلند رہیں گے۔ اگر مسلمان متحد ہو کر اللہ کے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اس کے برعکس کریں گے تو وہ ہمیں دھتکار دے گا۔ ہم نے ہر جگہ اللہ سے بغاوت کر رکھی ہے۔ یہ اقتدار جو کسی کو سعودی عرب، کسی کو یمن اور کسی کو کہیں اور ملا ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے اللہ کا دین قائم نہیں کیا حالانکہ یہ ہمارا مقصد حیات ہے۔ موجودہ صورتحال میں کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آئے گی یا عذاب کے کوڑے برسیں گے؟ ہم چاہتے تو ہیں کہ اللہ کی مدد ہمیں حاصل ہو لیکن کام سارے اس کو ناراض کرنے والے کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے نظام کی قصیدے ہم آج بھی پڑھتے ہیں لیکن اس کو نافذ کرنے کے لیے ہم آمادہ نہیں۔ یہ منافقت نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ منافقت پورے عالم اسلام میں جاری ہے۔ لہٰذا منافقت کی نحوست بھی پورے عالم اسلام پر مسلط ہے۔ اللہ نے ہمیں جس مقصد کے لیے یہ ملک دیا تھا، وہ تو ہمیں آج تک حاصل نہیں ہوا حالانکہ اس کی 96% آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے اور بظاہر مقصد کے حصول کی راہ میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں۔ ہم اگر اللہ کے نظام کے نفاذ کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہوں تو دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی قوت ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس جانب خلوص دل کے ساتھ پیش قدمی کریں۔ آمین یارب العالمین۔

❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ماڈل ٹاؤن، لاہور کے ملتزم رفیق اور قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن عبدالمتین مجاہد بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

حرفے چند با اُمّتِ عربیہ
6 عالمِ عرب سے چند گزارشات

19	بانگ تکبیر و صلوٰت و حرب و ضرب	اندراں غوغا کشادِ شرق و غرب

تکبیر کے نعروں اور نمازوں کی اذان کے ساتھ جہاد و قتال سے جو ہنگامے برپا ہوں
اسی میں مشرق ومغرب (کی اقوام) کے مسائل کا حقیقی حل ہے

20	اے خوش آں مجذوبی و دل بردگی	آہ زیں دل گیری و افسردگی

کہاں (ماضی کے مسلمانوں کی یہ) قابل فخر مجذوبی اور دل رُبائی اور کہاں آج کے مسلمانوں
کے دورِ زوال اور غلامی کی دلگیری اور افسردگی پر رنج وملال کی کیفیت

21	کارِ خود را اُمتاں بردند پیش	تو ندانی قیمت صحرائے خویش

دوسری قوموں نے اپنے کام کو آگے بڑھایا تم اپنے صحرا کی قیمت نہیں جانتے

22	اُمّتے بودی ، اُمم گردیدہٗ	بزمِ خود را خود ز ہم پاشیدہٗ

تم ایک امت تھے ، اب کئی فرقے بن گئے ہو تم نے اپنی محفل کو خود ہی منتشر کردیا ہے

23	ہر کہ از بند خودی وارَست، مُرد	ہر کہ با بیگانگاں پیوست، مُرد

جس نے خودی کے بند کو توڑا ، وہ مرگیا جو بیگانوں سے مل گیا، وہ مرگیا

19۔ دنیا میں خیر وشر کی ایک جنگ تخلیق آدم کے بعد آدم علیہ السلام کو مسجود ملائک بنائے جانے کی تقریب میں ابلیس کے انکار کے وقت سے ہی جاری ہے۔ اسے حق و باطل کی جنگ بھی کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کے لیے حزب اللہ اور حزب الشیطان کے نام سے دو فریقوں کا ذکر ہے۔ ابلیس اور اس کی ذُرّیت صلبی و معنوی ہر وقت ہر دم اور ہر جگہ (جہاں انسان بستے ہیں) اس جنگ میں مصروفِ عمل ہے اور سازشوں کا جال بننے میں مگن ہے اسی کے لیے آج کل 24/7 کی اصطلاح ہے یعنی دن کے 24 گھنٹے اور ہفتے کے ساتوں دن اس جنگ میں اہل حق کو اللہ کی مدد درکار رہتی ہے جس کے لیے اللہ کی یاد اس کے احکام کی بجا آوری اور اس کے رسول آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوش کا اتباع ضروری ہے۔ اس جنگ میں تکبیر کے نعرے اور نمازوں کے لیے اذانوں کا غوغا اور نمازوں کی ادائیگی ہی میں وہ پیغام ہے جو سیکولرازم کے علمبرداروں اور ابلیس کے شاگردوں کے لیے موت کا پیغام ہے اور اسی جہاد وقتال سے وہ دم دبا کر بھاگتا ہے۔ درحقیقت حزب اللہ کی اس جدوجہد میں ہی دنیا کی ہر مجبور ومقہور وپس ماندہ قوم کے مسائل کا حل ہے۔

20 اے عالم عرب! تمہارے ہی آباء واجداد قرونِ اولی میں جس طرح اسلام کا جھنڈا اٹھائے رہے وہ دور قابل فخر ہے۔ آج کے مسلمان بے دین مغرب کے غلام ہیں اور عالم عرب بھی کہاں ماضی کی شان وشوکت کہاں آج کی ذلت اور دلوں کا بجھے رہنا یعنی احساس محرومی و افسردگی۔ رنج وملال کی یہ کیفیت صرف پچھتاوے سے دور نہیں ہوسکتی۔ اپنے ماضی کو سامنے اور اسلام کے شاندار مستقبل کے حوالے سے اپنے شاندار مستقبل کو وابستہ کرکے جدوجہد کا آغاز کرو۔ کاش تمہارے اندر کوئی اقبال ہو تو تمہیں بتاتا ہے کہ ع میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تیری۔ اور

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

21۔ اے عربو! تم دیکھتے نہیں کہ جاپان، کوریا اور چین کی اقوام نے اپنے کام کو خود آگے بڑھایا ہے اور اب مغرب کے مقابل میں ڈٹ کر کھڑے ہیں جبکہ تو اپنی قدر وقیمت، اپنی خداداد صلاحیتیں، اپنے علاقوں میں قدرتی وسائل اور صحراؤں (تیل کی دولت) کی قیمت سے بے خبر ابھی تک مغرب کا غلام ہے۔ اٹھو جاگو اور اپنا مستقبل اسلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور عربی قرآن کے ساتھ وابستہ کرو تاکہ اسلام کے عالمی غلبہ کے ساتھ تمہارا بھی مقدر کا ستارہ آسمانوں کو چھولے۔

22۔ اے عربو! آج سے صدیوں پہلے تم ایک اُمت تھے امت مسلمہ کہلاتے تھے۔ یہ نام تمہیں قرآن نے دیا ہے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہو تم معمارِ حرم کی اولاد ہو۔ تم بنی اسرائیل کی غلامی پر کیوں مطمئن اور خوش بیٹھے ہو۔ اب تم ایک امت کی بجائے کئی فرقے، گروہ اور ممالک میں تقسیم ہوگئے ہو۔ دشمن تمہیں DIVIDE AND RULE اصول کے تحت تقسیم در تقسیم اور باہمی خلفشار کے عمل سے گزار رہا ہے تو تم مغربی طاقتوں کے ناروا ظلم اور جوتے کھانے کے عمل پر خوش وخرم اور شاداں وفرحاں ہو۔

23۔ تاریخ انسانی کے اس اصول کو تم نہیں جانتے۔ یہ اصول تو قرآن نے دیا ہے کہ جو قوم اپنی خودی اور غیرت سے محروم ہوگئی وہ جلد یا بدیر مرگئی۔ اور ہر وہ شخص جو غیروں سے مل گیا اور ملک وقوم کا غدار بن گیا اور غیروں کے طریقوں اور افکار (آج سیکولرازم، بے حیائی، عریانی اور آزادیٔ عمل وغیرہ) کو پھیلایا وہ مرگیا۔ تم نے قرآن کو چھوڑا تو دنیا میں ذلیل ہوئے تمہارے اسلاف اسی قرآن کے ذریعے عزت مآب بنے تھے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ملالہ کا والد پہلے سوات میں روٹری کلب کا ممبر تھا جس کا بہت گہرا تعلق فری میسن کے ساتھ ہے۔ وہاں سے وہ مراعات لے چکا تھا: رضاء الحق

یہاں مذہب سے لوگوں کا جو لگاؤ ہے اس حوالے سے پاکستان کو بدنام کرنا مقصود تھا اس لیے ملالہ کو استعمال کیا گیا: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ففتھ جنریشن وار فیئر اس وقت پورے طور پر پاکستان میں عروج پر ہے جس کے ٹولز میڈیا اور سوشل میڈیا ہیں: آصف حمید

حقیقی دہشت گرد کون؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: ملالہ یوسف زئی کی شخصیت کے بارے میں تو بہت کچھ کہا اور سنا گیا لیکن اصل سوال یہ ہے کہ اُس کو آئی کون (icon) کیوں بنایا گیا؟

رضاء الحق: جی بالکل! ملالہ کی شخصیت کو زیر بحث لانے کی بجائے مسلمانوں کو فکر مند اسی بات پر ہونا چاہیے کہ مغرب اُس کو ایک آئیڈیل کے طور پر کیوں پیش کر رہا ہے۔ یقیناً وہ مظلوم تھی لیکن اس کی مظلومیت کو استعمال کیا گیا۔ اس وقت دنیا میں ایک شیطانی نظام چل رہا ہے جو کہ پوری دنیا پر مسلط کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دجال کے آنے سے پہلے دجالی نظام قائم کر دیا گیا ہے۔ اس نظام کو کچھ لوگ ڈیزائن کرنے والے ہیں اور کچھ اس کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں جن میں تمام عالمی تنظیمیں اور ادارے بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اس وقت پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے جس کا طرز حکومت جمہوریت ہے۔ مغرب میں بھی اس وقت جمہوریت ہی چل رہی ہے۔ اسی طرح پوری دنیا کی معیشت کا انحصار سودی نظام پر ہے۔ ایک تیسرا معاملہ معاشرے، کلچر اور ایجوکیشن سے وابستہ ہے۔ اس سطح پر لوگوں کی ذہن سازی کرنے کے لیے میڈیا اور نصاب تعلیم جیسے ذرائع کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس سطح پر لوگوں کی ذہن سازی کے لیے اب ایک نئی چیز بھی سامنے آچکی ہے اور وہ ہے کسی کو آئی کون بنانا۔ اس کے ذریعے پسندیدہ شخصیات متعارف کرائی جاتی ہیں تا کہ عوام الناس کو مغربی کلچر کے سانچے میں ڈھالا جا سکے۔ ملالہ یوسف زئی نادانستہ طور پر اس کا حصہ بن گئی۔ وہ بارہ سال کی بچی تھی جب اس کا ایجوکیشن بلاگ چل رہا تھا۔ کیا بارہ سال کی بچی بلاگ چلا سکتی ہے۔ بلکہ یہ کوئی اور تھا جو اس کا بلاگ چلا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ سولہ سال کی تھی جب اس کی کتاب شائع ہوئی۔ حالانکہ وہ کتاب ملالہ اتنی چھوٹی عمر میں نہیں لکھ سکتی تھی۔ دراصل وہ کتاب بھی کسی اور نے لکھی۔ یعنی کوئی ایجنڈا تھا جس کے لیے آئی کون develop کروایا گیا۔ اصل میں اس کے والد اقوام

مرتب: محمد رفیق چودھری

متحدہ کی ایک تنظیم کا حصہ ہیں۔ اسے جب گولی لگی تو وہ victim بن گئی جس کی وجہ سے اس کو استعمال کیا گیا۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اصل میں سوات کے جس علاقے سے اس کا تعلق ہے وہاں عورتوں کے لیے کوئی آزاد ماحول نہیں ہے۔ وہاں کا معاشرہ قدامت پسند معاشرہ تھا جہاں لڑکیوں کا عام طور پر باہر نکلنا کوئی پسندیدہ فعل نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن اس کے باوجود لڑکیوں کی تعلیم وہاں ملالہ نے نہیں شروع کروائی بلکہ پہلے سے ہی وہاں لڑکیوں کے سکول چل رہے تھے۔ اس پر حملے سے پہلے اس کی ایک ڈائری گل مکئی کے نام سے بی بی سی کے ویب پیجز پر آچکی تھی اور اس کے ساتھ اس کی کافی تصویریں بھی منظر عام پر آچکی تھیں۔ مثلاً مشہور اینکر حامد میر اور امریکی نائب وزیر خارجہ رچرڈ ہالبروک کے ساتھ۔ سوال یہ ہے کہ کون تھا جو یہ سب کر رہا تھا اور اس کو اتنی اہمیت دے رہا تھا۔ حالانکہ سوات میں سکولوں میں لاکھوں بچیاں پڑھتی ہیں۔ چونکہ اسلام کے حوالے سے پاکستان کو بدنام کرنا اور جو یہاں مذہب کے ساتھ لگاؤ ہے، اس کو بدنام کرنا مقصود تھا اس لیے اس کو استعمال کیا گیا۔

آصف حمید: اس وقت میڈیا کا ہدف اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ ہمارے ٹاک شوز میں جو کچھ ہوتا ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور میڈیا کو فنڈنگ ان مغربی ممالک سے ہی آتی ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ جو چیز میڈیا دکھا رہا ہے ہم اس کو من وعن ویسا نہ لیں بلکہ اس کی تحقیق کریں اور اس کے پس پردہ جو مقاصد ہیں ان کو سمجھیں۔ کیونکہ میڈیا پر جو اسلام کے شعائر کا مذاق اڑایا جاتا ہے یہ ساری چیزیں پیچھے سے پلان شدہ ہوتی ہیں۔

رضاء الحق: ملالہ کی کتاب ”آئی ایم ملالہ“ میں نیشنلسٹ رنگ بہت زیادہ ہے۔ اس کتاب میں اسے ایک پشتون قوم پرست کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ ملالہ کا باپ ضیاء الدین یوسف زئی شکیل آفریدی کا دوست ہے اور ملالہ کا ہیرو خان عبدالغفار خان ہے۔ ملالہ کا والد پہلے اقوام متحدہ کا ملازم تھا۔ پھر اس کو UN گلوبل ایجوکیشن کا سپیشل اسسٹنٹ بنایا گیا۔ پاکستان نے اس کو برمنگھم میں اپنا ڈپلومیٹ ڈیکلیئر کیا جہاں پر ملالہ کا علاج بھی ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ سوات میں روٹری کلب کا ممبر تھا جس کا بہت گہرا تعلق فری میسن کے ساتھ تھا اور اس سے اس نے بہت سے فوائد اٹھائے تھے۔

سوال: ملالہ آئی کون بنائی جا چکی ہے۔ اب اس کو اور اس کی فیملی کو کینیڈا میں شہریت بھی مل چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو تقریباً چالیس انعامات بھی مل چکے ہیں۔ جن میں سب سے بڑا انعام نوبل پرائز فار پیس تھا۔ یہ انعام اس کو کس وجہ سے دیا گیا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس کو نوبل انعام امن کے لیے دیا گیا ہے جبکہ باقی انعامات اس کو لڑکیوں کی تعلیم کے

لیے آواز اُٹھانے کے نام پر دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کو سفیر تعلیم کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ جو نوبل پرائز دیا گیا اس کا جواز یہ بتایا گیا کہ Her struggle against oppression of children and young people and for the right of all children to education. اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے پاکستان میں پہلے تعلیم تھی ہی نہیں۔ حالانکہ یہ صاف اور نرا جھوٹ تھا۔ اصل میں یہ سارے انعامات عالمی قوتوں کے مخصوص ایجنڈے کا حصہ ہیں۔

رضاء الحق: نوبل انعام وہ وہاں دیتے ہیں جہاں ان کے مفادات ہوتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ 2000ء کے بعد نوبل انعامات کن لوگوں کو دیے گئے؟ جب انہیں کیمیکل ہتھیاروں کا کیس بنانا تھا تو انہوں نے نوبل پرائز کیمیکل ایجنسی کو دیا۔ اسی طرح جب انہوں نے ایران پر ایٹمی پابندیاں لگانی تھیں تو اس وقت ایٹامک انرجی کمیشن (IAEA) کو دے دیا گیا۔ جب ویمن رائٹس کی چار عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں تو ان کو دے دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یورپین یونین کو دے دیا گیا۔ اقوام متحدہ کو دیا گیا۔ یعنی اس انعام کی بندر بانٹ ان کے اپنے ہی گھر میں اپنے ہی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے ہو رہی ہے۔

سوال: سبھی کہتے ہیں کہ ملالہ مغربی ایجنڈے پر کام کر رہی ہے؟ آپ کے خیال میں وہ ایجنڈا کیا ہے؟

آصف حمید: مغرب کی طرف سے پاکستان پر توہین رسالت کی سزا اور ختم نبوت کی آئینی شقوں کو ختم کرنے کے حوالے جو دباؤ آیا تھا ملالہ کی کتاب میں اس کا بھی ذکر ہے۔ مغربی طاقتوں کا اولین ہدف یہ ہے کہ کسی طرح نبی اکرم ﷺ سے مسلمانوں کا تعلق کمزور سے کمزور کیا جائے تاکہ کوئی ہمارے مقابلے میں آ ہی نہ سکے۔ یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ:

﴿ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران) ''اب انہوں نے بھی چالیں چلیں اور اللہ نے بھی چال چلی اور اللہ تعالیٰ بہترین چال چلنے والا ہے۔'' وہ جتنی چالیں چل رہے ہیں اس کا ری ایکشن ان کو نظر بھی آ رہا ہے۔ اسی طرح ملالہ کی کتاب میں ایک بالکل سفید جھوٹ یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ پاکستان میں تعلیم پر پابندی ہے۔ حالانکہ پاکستان میں سو فیصد تعلیم دی جا رہی ہے۔ سکولوں میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ فیس نہ ہونے کے برابر ہے۔ حتیٰ کہ مدارس میں لاکھوں طلبہ بالکل فری تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ البتہ شرم وحیا کے حوالے سے لڑکیوں پر پابندی ہے جس سے مغرب کو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ''کو ایجوکیشن'' ہو تاکہ یہاں کی بچیاں پاکیزہ نہ رہیں۔ اس وقت ہمارے نظام تعلیم پر مغرب کا حملہ ہو رہا ہے کہ سندھ حکومت نصاب میں ترمیم کر رہی ہے۔ اسلامیات اور اسلامی مضامین کو نصاب سے نکالا جا رہا ہے۔ اس کی جگہ مغرب کا نصاب تعلیم لے رہا ہے۔ حالانکہ وہ مکمل طور پر شیطانی ہے۔ اس کے اندر کوئی خیر نہیں ہے۔ ملالہ کی کتاب میں پاکستان کا جو ذکر آیا تو یہاں کی تاریخ کا ہی بیڑا غرق کر دیا گیا۔ اصل میں یہ پاکستان کی سالمیت پر حملے ہو رہے ہیں۔

رضاء الحق: اس کی کتاب میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ سوات کی اکثریت آزادی کے وقت پاکستان کے ساتھ شامل نہیں ہونا چاہتی تھی۔ ملالہ کا باپ کسی زمانے میں قوم پرست بھی رہا ہے یعنی اس سوچ کی عکاسی بھی اس میں موجود ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: لوگوں کی ذہن سازی کے لیے آج کل میڈیا اور سوشل میڈیا بہت سرگرم ہے۔ سوشل میڈیا میں آپ کسی چیز کو لائیک کرتے ہیں یا یوٹیوب پر کسی ویڈیو کو آپ دیکھتے ہیں تو پھر آپ کو اسی طرح کی چیزیں انٹرنیٹ پر مہیا کر دی جاتی ہیں۔ جو لوگ ان چیزوں کو استعمال نہیں کرتے ان کے لیے وہ mopping up operation کرتے ہیں کہ یہ ہمارے قابو میں نہیں آتے لہٰذا ان کو بموں سے ختم کرو۔ مغرب کا یہ پروپیگنڈہ بہت عام ہو چکا ہے کہ اسلام کی سزائیں بہت سخت ہیں اسی بنیاد پر وہ لوگوں کے ذہنوں سے ان کا دین، رسول ﷺ کی محبت نکالنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جا رہے ہیں اور ایسے آئی کونز کو تلاش کیا جاتا ہے جن کا اسلام کے خلاف رجحان ہو۔ لہٰذا ان کو وہاں پر لے جا کر ان کی برین واشنگ کی جاتی ہے اور پھر آئیڈیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ بھی تو مسلمان ہے، پاکستانی ہے یہ تو بالکل بولڈ ہے۔ اس کو ہم نے کتنے انعامات سے نوازا ہے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کو ایک سٹار کے طور پر دیکھیں اور لوگوں کے ذہنوں میں ان کے اصل ہیروز کا قد چھوٹا ہو جائے۔

> آج کل میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے جو چیزیں دکھائی جا رہی ہیں ہمیں ان کی اصل حقیقت تک پہنچ کر صحیح نتائج اخذ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تبھی ہم فتنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

سوال: ہم اپنے عوام کو اس حوالے سے کس انداز میں ایجوکیٹ کریں کہ وہ پاکستان اور اسلام کے خلاف ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کر سکیں؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: احادیث میں فتنہ دجال کا ذکر ہے۔ دجل کہتے ہیں دھوکہ کو۔ یعنی جو چیز بظاہر جس طرح کی نظر آ رہی ہو وہ اُس طرح کی نہ ہو۔ لہٰذا انسان کی بصیرت ایسی ہونی چاہیے کہ ہونے والے واقعات کے پیچھے اصل چیز تک اس کی نظر ہو۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو انسان جمعہ کے دن سورۃ الکہف یا اس کی پہلی اور آخری دس آیات کی تلاوت کرے گا وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا۔ آج کل میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے جو چیزیں دکھائی جا رہی ہیں ہمیں ان چیزوں کی اصل حقیقت تک پہنچ کر صحیح نتائج اخذ کرنے چاہییں۔ اسلام اور پاکستان کے خلاف مغرب کے پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

رضاء الحق: مسیح ابن مریم کے مقابلے میں مسیح الدجال کا تصور ہمارے ہاں موجود ہے۔ جو صحیح طریقہ کار ہے اس کے بالکل برعکس طریقہ دجالیت کا ہے۔ بنیادی طور پر ففتھ جنریشن وارفیئر اس لیے زیادہ ضروری ہے کیونکہ لوگوں کے سامنے جنگ تو ہوتی دکھائی دیتی ہے لیکن جو بیک گراؤنڈ میں چیزیں ہو رہی ہوتی ہیں وہ دکھائی نہیں دیتیں۔ مغرب تین طریقوں سے آپ پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک ایجوکیشن کے ذریعے آپ کے ذہنوں میں وہ چیزیں پختہ کرتے ہیں کہ تم جو سوچتے تھے وہ غلط تھا اور یہ آج کل کی مغربی سوچ درست ہے۔ اس میں لوگوں کا فرض بنتا ہے کہ وہ سمجھیں، ملالہ بھی سمجھے کیونکہ وہ اب بچی نہیں رہی۔ کافی میچور ہو چکی ہے۔ دوسری چیز میڈیا ہے جس میں reality اور perception دونوں مل کر جب سامنے آتی ہیں تو ان کو اس خاص مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کہ لوگوں کی برین واشنگ کی جائے۔

آصف حمید: ففتھ جنریشن کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ آپ کے نزدیک کوئی سیاسی آدمی، فوج، عدلیہ قابل احترام نہ رہیں۔ اس کے مقابلے میں ایک leaderless معاشرے کو پروان چڑھایا جائے۔

فلمی اداکاروں کو بطور رول ماڈل سامنے لایا جائے اور میڈیا پر ان کو پروموٹ کیا جائے۔ پھر جو لوگ دین کا مذاق اڑا سکتے ہیں یا دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر سکیں ان لوگوں کو میڈیا پر لایا جائے۔ آج علماء سوء بھی میڈیا پر آ رہے ہیں اور دین کے بارے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں۔ ہم یہ سمجھیں کہ ففتھ جنریشن وارفیئر کیا ہے اور اس وقت وہ پورے طور پر پاکستان میں عروج پر ہے جس کے ٹولز میڈیا اور سوشل میڈیا ہیں۔ آج بلاول، ملالہ، جبران ناصر جیسے (icons) کو اسی لیے پروموٹ کیا جا رہا ہے کہ وہ مستقبل میں لیڈر بنیں۔ مغرب پوری پلاننگ کے ساتھ یہ کام کر رہا ہے لیکن ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی اور ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ مغرب اس وقت پاکستان کے اندر جو تبدیلیاں لانا چاہتا ہے کیا وہ پاکستان اور اسلام سے مخلص ہے؟ وہ ہر دفعہ کوئی نہ کوئی بہانہ لے کر آتے ہیں اور اسلام کی جڑوں پر حملہ کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کا کوئی بھی پروگرام یہاں آئے تو ہمیں اس کی تحقیق کرنی چاہیے اور اپنی قوم کو اس حوالے سے جگانا چاہیے۔

سوال: افغانستان کے شہر قندوز کے ایک مدرسے میں دستار بندی کی تقریب پر افغان فضائیہ نے بمباری کی جس سے سینکڑوں بچے شہید وزخمی ہوئے۔ لیکن ہمارے میڈیا نے اس پر کوئی خبر شائع نہیں کی۔ ہمارے میڈیا کا یہ کردار اتنا گھناؤنا اور شرمناک کیوں ہے؟

آصف حمید: پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے کہ جہاں کے مسلمانوں میں یہ احساس ضرور ہے کہ دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں پر ظلم ہو یہاں کے مسلمانوں کو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ افغان حکومت کا رویہ پاکستان کے ساتھ بڑا مخاصمانہ ہے۔ اس واقعہ پر ہمیں تکلیف ہو رہی ہے ہم اندر سے جل رہے ہیں اگر خدانخواستہ کسی اور مذہب کے بچے بھی مرے ہوتے تو ہم تب بھی اس کی مذمت کرتے۔ لیکن ہماری حکومت آئی ایم ایف کی غلام ہے، ہماری پالیسیز، تعلیمی نظام، ہماری قسمتوں کے فیصلے باہر سے بن کر آتے ہیں، اور اس حالت تک پہنچانے والے لوگ بھی ہمارے اپنے ہی ہیں۔ ہمارے میڈیا کا بھی یہی حال ہے۔ اس وقت میڈیا والوں کو ان کے آقاؤں کی ہدایات ہیں کہ جو لوگ بھی اسلام یا اسلامی نظام کی باتیں کریں ان کو پیچھے ہی رکھنا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ساری عمر اسلام اور قرآن کی خدمت کی۔ ان کی خدمات کو پوری دنیا جانتی ہے لیکن 14 اپریل 2010ء کو جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی وفات پر میڈیا نے ان کو نظر انداز کر کے ایک کرکٹر کی شادی کی خبروں کو ترجیح دی تھی۔ ہمارا میڈیا ملک دشمنی والی خبروں کو پھیلائے گا لیکن مسلمانوں پر مظالم کی خبروں کو سامنے نہیں لائے گا۔ ہمیں حکمرانوں سے کوئی امید نہیں ہے لیکن عوام الناس کو آنکھیں کھولنی چاہییں۔ ان کو اصل حقائق سے ضرور آگاہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ عوام میں اللہ والے لوگ موجود ہیں۔ پورا معاشرہ کرپٹ نہیں ہوا۔ ہمارے اداروں میں اچھے لوگ ہیں جو پاکستان اور اسلام سے محبت کرتے ہیں کم از کم ان کی آنکھیں تو کھلیں میڈیا جو دکھا رہا ہے وہ سارا دجل اور فریب ہے۔ اس کے پیچھے خیر نہیں ہے۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس واقعہ میں سو کے قریب بچے شہید ہوئے ہیں اور چار سو کے قریب زخمی ہوئے ہیں اتنا بڑا سانحہ ہوا ہے لیکن ہمارے میڈیا نے خبر تک شائع نہیں کی۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی خفیہ ہاتھ ہے جو میڈیا کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہاں میڈیا ایسی خبروں کو خوب اُچھالتا ہے جن سے ملک میں انتشار پیدا ہو، لوگ آپس میں دست وگریبان ہو جائیں یا لوگوں کے ذہن پراگندہ ہوں۔ یہاں میڈیا اداکاروں اور گلوکاراؤں کے یوم پیدائش کو بریکنگ نیوز کے طور پر پیش کر رہا ہوتا ہے جیسے وہ رول ماڈل ہوں۔ لیکن شام اور افغانستان میں ڈھائی جانے والی قیامتیں اُسے لرزا خیز نہیں کرتیں۔

❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاءاللہ

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں

29 اپریل تا یکم مئی 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز منگل نماز ظہر)

ملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1- جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کیے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔

2- اس کورس سے جو ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے ملتزم نصاب کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

3- جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

4- اس کورس میں وہ ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور ملتزم تربیتی کورس اسے بہرحال کرنا لازم ہوگا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

نوٹ مذکورہ بالا کورس اگست اور دسمبر 2018ء میں بھی ان شاءاللہ منعقد ہوگا۔ لٰہذا ملتزم رفقاء حسبِ سہولت شرکت کا اہتمام کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت (042)35473375-79

جس طرف دیکھیے قیامت ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آزاد کشمیر میں نائن الیون کے بعد عجب واقعہ پیش آیا۔ ایک بھاری بھرکم کتا تھا جس کا نام ٹونی بلیئر رکھا ہوا تھا، ایک رات اس نے لنگوروں کا ایک بچہ اٹھا کر کھا لیا۔ کتا تو تھا ہی شاید نام کا خمار بھی چڑھ گیا ہوگا۔ اگلی رات لنگوروں کی غضب بھری آوازیں لوگوں نے سنیں۔ ٹونی بلیئر کی ایک ہلکی سی کمزور چیخ نما آواز بھی ابھری۔ صبح دیکھا گیا کہ لنگوروں کے غول کے ہاتھوں تکہ بوٹی ہونے کے بعد ایک رسی نما کھال کتے کی درختوں پر جھول رہی تھی۔ بچوں پر ظلم تو جانور بھی برداشت نہیں کرتا۔ ہمارے پاس آج غیرت مردانہ کا تو ذکر ہی کیا، لنگورانہ غیرت کی بھی رمق نہ رہی۔ ہمارے مسلمان بچے افغانستان، کشمیر، فلسطین، شام میں جس طرح بھنبھوڑے جا رہے ہیں اور ہم بے حسی اور بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں، شاید ہمیں لنگور بریگیڈ بھرتی کر کے تربیت لینے کی ضرورت ہے! ہمارے ہاں تو 2001ء کے بعد امریکی ماسٹر ٹرینرز اور ریمنڈ ڈیوس نما آ کر اپنوں ہی سے نمٹنے کی تربیت دے کر خود فارغ ہو گئے۔

یہی کہانی دہشت گردی کی آڑ میں ہر مسلمان ملک میں دہرائی گئی۔ آج تو کفر مکمل بے حجاب و بے نقاب کشمیر تا افغانستان دہشت گردی کے طوفان اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن ہم پر ایک سناٹا طاری ہے! کیا یہ اتفاق ہے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کو سزا دو کا دن منانے کا اعلان ہوا۔ اگرچہ 3 اپریل مقررہ دن تھا لیکن پہلے ہی سے یہ مہم شروع کی جا چکی تھی۔ مسلمانوں پر حملے شروع تھے۔ اسی اثناء 2 اپریل کو کشمیر اور افغانستان میں مسلمانوں کے خون کی ہولی شروع ہوگئی ایک نئے جذبے کے ساتھ! پہلے فلسطین میں پُرامن ریلیوں پر یوم الارض پر مسلسل 3 دن براہ راست فائرنگ کر کے 17 شہید اور ہزار سے زائد زخمی کیے گئے۔ یوم الارض فلسطینیوں سے زمین چھین کر یہودی قبضے کے خلاف منایا جانے والا دن ہے۔ یاد رہے کہ بن گوریان نے 1948ء میں بحیثیت وزیراعظم فرمایا تھا: ہمیں یہ یقینی بنانے کیلئے کہ فلسطینی کبھی فلسطین واپس نہ آئیں بہت کچھ کر گزرنا ہوگا۔ بوڑھے (فلسطینی) مر جائیں گے، جوان بھول جائیں گے۔ مگر شیر کے بچے بھولے نہیں! نہتے جانیں نچھاور کر رہے ہیں!

مودی کی فوج کشمیریوں پر چڑھ دوڑی۔ سرچ آپریشن کے نام پر 20 سے زائد افراد پلوامہ، شوپیاں میں شہید کیے۔ 24 گھنٹوں میں 200 سے زائد زخمی ہوئے۔ بھارتی فوج نے درجن سے زائد مقامات پر آگ لگا دی۔ پیلٹ گن سے زخمی کرنے سے باز نہ آئی۔ بھارت بھر میں گئو رکھشا کی آڑ میں مسلمان قتل کیے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کی مہم، طلاق کے مسئلے پر مسلم مذہبی معاملات میں مداخلت، مساجد میں اذان کا گلا گھونٹنے کی جابجا کوشش۔

کشمیر کے ساتھ ہی افغانستان میں معصوم بچوں کے مدرسے پر بمباری کر کے 150 افراد کو شہید کیا گیا۔ قطار اندر قطار بیٹھے حافظ بچوں کی پہلے ایک تصویر نیٹ پر موجود ہے۔ یہ عمر 12-10 سال، سفید شلوار قمیص، کالی واسکٹ، سفید عمامے پہنے پاکیزہ فرشتہ صورت ہاروں، پھولوں سے لدے پھندے...... حفظ کی تکمیل پر دستار بندی کے منتظر تھے کہ کفر کے بموں نے مسلمانوں کو سزا دو کا ہدف پورا کیا۔ یہ سزا 150 افراد کو دی گئی۔ 100 بچے، باقی بچوں کے خاندان اور علماء۔ دستار بندی سکولوں کالجوں میں گریجویشن یا کونووکیشن کہلاتی ہے۔ گورے کی روایت میں عمامے کی جگہ ہُڈ اور ساتھ گاؤن ہوتا ہے۔ یہی واقعہ کہیں بھی سکول، کالج، سینٹ پیٹرک، سینٹ پیٹرز (مدرسہ عبداللہ بن عباسؓ یا جامعہ حفصہؓ کے مقابل) جیسی جگہ پر ہوتا تو پورے دنیا کی چولیں ہل جاتیں۔ میڈیا کا چلا چلا کر گلا بیٹھ جاتا۔ اینکرز کف آلود ہو جاتے۔ مولوی صاحبان کا جینا دوبھر ہو جاتا۔ مشنری سکول مغربی نظامِ تعلیم و تہذیب کے اڈے ہیں۔ (جنسی تعلیم۔ سالگرہیں۔ ویلنٹائن ڈے۔ ہیلووین کے مراکز)۔ مدارس مسلم تعلیم و تہذیب کے محافظ۔ قرآن و حدیث کی تقدیس کے گہوارے۔ ان پر بمباری پر نہ علم دشمنی کا طوفانی پراپیگنڈا ہوگا، نہ کوئی پوچھے گا: ظالمو! بچوں کو کیوں مارا؟ یہاں منہ پھیر لیا کہ یہ لحہ پہلے فرشتہ صورت گلاب کے پھول تھے اور دوسرے لمحے امریکی بموں اور افغان فورسز کے اشتراک سے لخت لخت ہو گئے۔ اس سے قوم کے مستقبل پر بھی آنچ نہیں آئی! (امریکہ، افغانستان میں گزشتہ ایک سال میں 17 مدارس منہدم اور اساتذہ کو شہید کر چکا ہے۔ مگر یہ چونکہ علماء کہلاتے ہیں، پروفیسر نہیں، سو کوئی مضائقہ نہیں!) اس سانحے پر پاکستان فارن آفس منہ موڑے بیٹھا رہا۔ ہم جو افغانستان میں امریکی کتے کے مرجانے پر بھی پرسہ دینے لپکتے اور طالبان کی مذمت میں دیر نہیں کرتے...... اس موقع پر گونگے کا گڑ کھا کر بیٹھے رہے۔ (کیونکہ ہم بھی تو باجوڑ مدرسے میں ایسے ہی سانحے کے شریک کار تھے!) اگرچہ اب تو اشرف غنی کو بھی بولنا پڑا اور اقوامِ متحدہ بھی مجبوراً چلایا۔

یہی کچھ محمد بن سلمان امریکی دورے میں فلسطینیوں کے ساتھ روا رکھے ہوئے ہیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں کی حق براری، طرف داری کی بجائے یہودیوں کی خوشامد، درآمد میں مصروف ہیں۔ ادھر اماراتی پولیس چیف کو پاکستانیوں پر گرجنے، برسنے، دشنام طرازی اور بھارتیوں کی تعریفوں بھری ٹویٹ کی کیت تھی۔ امریکہ، بھارت کا جادو ان ممالک کے سر چڑھ کر بول رہا ہے اور اپنوں سے دیرینہ تعلقات میں زہر گھولا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہہ دیا کہ پاکستان سے مزدوروں کی بھرتی ختم کرنا اب ہماری قومی ضرورت بن گئی ہے۔ بات صرف اتنی نہیں ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں پر گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ المیہ یہ ہے کہ خود مسلم حکمران شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری میں اپنے اپنے ممالک میں اہل ایمان سے کڑے ہاتھوں نمٹ کر ڈالر بٹورنے کے چکر میں ہیں۔

پاکستان میں سنگ مقید و سگ آزاد پالیسی کے تحت مساجد، مدارس، علماء، جمعے کے خطبوں، اذانوں کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ نہ فحاشی کے اڈوں کا غم ہے، نہ جوئے سود کا۔ نہ روز افزوں منشیات، اخلاقی بے راہ روی کا۔ نزلہ برعضو ضعیف۔ نمازوں کے اوقات میں اختلاف کو ہدف بنا کر افراتفری پھیلانے، باہم الجھانے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔ مسلکی اختلاف پر شور بہت ہے۔ سیاست دانی میں جو اختلاف کے طوفان، گریبان پھاڑنے، مکے لہرانے، الزام تراشیوں، دشنام طرازیوں، گھوڑوں کی خرید و فروخت کی لامنتہا کہانیاں ہیں، ایک نظر ان پر بھی! تمام اذانوں کا

وقت ایک کرنے پر کیوں تلے کھڑے ہیں۔ کیوں کشادگی چھیننے کے درپے ہیں؟ کیا تمام نجی سرکاری دفاتر کا وقت ایک کر دیا؟ تمام سکولوں کو منٹ سیکنڈ کے حساب سے یکساں کا پابند کر دیا؟ ڈاکٹروں، وکیلوں کے اختلاف ختم ہوگئے؟ کیوں شامتِ اَعمال بلاتے اسلام اور اہلِ دین کے درپے ہو؟ اپنی جمہوریت کی خبر لیں جو بیچاری چہار جانب تھپیڑے کھاتی، حیرت زدہ شامت زدہ، انصاف کے ہتھوڑے اور زور آوروں کے کوڑے کے درمیان کھڑی ہے۔

بشارالاسد کا ایک کارٹون الیکشن بارے چھپا تھا جو فوجی بوٹوں تلے جمہوریت کا حال ہر مسلمان ملک میں بیان کرنے کو کافی ہے۔ بشار درمیان میں کھڑا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ووٹ باکس پڑا ہے۔ جس پر ووٹ برائے اسد لکھا ہوا ہے۔ اس کے بائیں ہاتھ پر تابوت رکھا ہے جس پر لکھا ہے: یہ میرے (بشار کے) خلاف ووٹ ڈالنے والوں کا ووٹ باکس ہے۔ سو اسی لیے حسنی مبارک، السیسی، حافظ الاسد اور اب بشارالاسد تابوتی جمہوریت کے صدقے مقبول ترین منتخب ہوتے رہے۔

لاپتگی کا المیہ بھی ان سب ممالک میں یکساں ہے۔ ہمارے ہاں کچھ عرصہ پہلے سندھ ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے کہا تھا: لاپتہ افراد کے اہل خانہ رو رو کر چلے جاتے ہیں۔ کسی کو فرق نہیں پڑتا۔ اب جسٹس فیصل عرب نے پوچھا ہے: پتا چلنا چاہیے کہ لاپتا افراد پر کوئی مقدمہ درج بھی ہے یا نہیں۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ مقدمہ کہاں درج کروایا جا سکتا ہے! یہ وہ مقام ہے جہاں پولیس کے بھی پر جلتے ہیں۔ مقدمہ درج کروانے والے اس جرم میں اٹھا بھی لئے جاتے ہیں۔ جسٹس افتخار چودھری یا جسٹس دوست محمد نے (پشاور ہائی کورٹ میں) منصفی کے دوران کچھ بہادر فیصلے دیئے تھے۔ اس کے بعد سے ایسے مقدمات کی سماعتیں، ہانڈی میں پانی اور پتھر ڈال کر چولہے پر رکھ دینے اور بچے بہلانے، سلانے کے مترادف ہیں۔ سو لاپتگان کے والدین نے مقدمہ اب جہاں دائر کر رکھا ہے وہ جب فیصلہ سنائے گا تو اس کی گرفت سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔ وہ دن تو آ کر رہنا ہے، جلد یا بدیر! اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ بندۂ مومن کی اللہ کے ہاں انشورنس ہوئی ہے۔ ہر کانٹے کی چبھن، ہر دکھ، ہر غم، ہر آہ...... کچھ بھی تو رائیگاں نہ جائے گا۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی اور چھوٹی سے چھوٹی بدی بلا کم و کاست سامنے آ کر رہے گی۔ پھر جیسا وہ باندھے گا ویسا باندھنے والا کوئی نہیں!

سو مظلوم صبر کریں اس دن تک جب پوچھا جائے گا...... این الجبارون۔ این الملوک...... کہاں ہیں جبار اور کہاں ہیں (دنیا کے) بادشاہ! اور وہ کہہ رہے ہوں گے۔ ھلک عنی سلطانیہ...... (ہائے!) میرا سارا اقتدار ختم ہوگیا۔ رہے نام اللہ کا ذوالجلال والاکرام۔

جس طرف دیکھیے قیامت ہے
نیک انسان مر گئے شاید

❀❀❀

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد''میں
27 تا 29 اپریل 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613, 051-2340147

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور''میں
27 تا 29 اپریل 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس

(نئے ومتوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

اتباعِ ھویٰ

مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ

''اتباع ھویٰ'' کا معنی ہے نفس کی خواہشات کی اتباع، جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات اور احکامات پر عمل نہ کرے وہ نفس کی خواہشات اور ترغیبات کے پیچھے لگ جاتا ہے اس کی نظروں میں ہر برا عمل مزین ہو جاتا ہے، خواہ ترکِ نماز ہو یا جھوٹ اور فراڈ، رشوت اور سود خوری ہو یا چوری چکاری اور ظلم و ستم ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ خواہشات کا غلام اپنے نفس کا پجاری اور بندہ ہوتا ہے۔

سورۂ فرقان میں ہے: ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو معبود بنائے ہوئے ہے۔'' (سورۃ الفرقان:43) سورۂ فاطر میں ہے ''کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا پس وہ اسے اچھا سمجھتا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے پس تو ان پر حسرت اور افسوس نہ کر۔'' (سورۃ الفاطر:35)

جس انسان پر خواہشات مسلط ہو جائیں وہ اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے، بسا اوقات وہ حیوانوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے کیونکہ اس کی ہر سوچ کا محور لذت اور شہوت بن جاتی ہے اس کے اندر غیرت اور حیا کم ہو جاتی ہے اسے فواحش اور برائیوں کے ارتکاب میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی، اسے اللہ کے نیک بندوں سے وحشت محسوس ہوتی ہے، اہلِ علم سے وہ نفرت کرتا ہے، جاہلوں اور بدکاروں سے محبت ہو جاتی ہے اور لذتوں کی محبت اسے کسب اموال پر آمادہ کرتی ہے، خواہ حرام طریقے سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے غصب و نہب دوسروں سے چھینا جھپٹی، خیانت اور بددیانتی آسان ہو جاتی ہے اس لیے کہ شکم اور فرج (پیٹ اور شرم گاہ) کی ساری لذتیں مال و متاع کے بغیر پوری نہیں ہوتیں، تو جب خواہشات کے بندے کو جائز طریقے سے مال حاصل نہیں ہوتا تو وہ اس کے لیے ناجائز ہتھکنڈے اختیار کرنے پر کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا، جس کی شہوت پرستی اس حد تک پہنچ جائے وہ ڈھور ڈنگر کے مشابہ ہو جاتا ہے، شریف لوگ اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور کمزور انسان اس کی خباثت اور شرارت سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں کی گمراہی میں ''اتباع ھویٰ'' نے بنیادی کردار ادا کیا ہے، جو انسان اپنی خواہشات کو اللہ اور رسول کی مرضیات کے تابع کر دے، اس کے لیے روحانی بلندیوں اور ایمانی درجات کا راستہ کھل جاتا ہے لیکن جو کوئی ایسا نہ کر سکے بلکہ نفسانی لذتوں اور شیطانی بھول بھلیوں میں الجھا رہے اسے کبھی بھی رفعت اور ترقی حاصل نہیں ہو سکتی، خواہ وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔

بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عالم تھا جس کا نام بلعم بن باعوراء بتایا گیا ہے اسے نفسانی خواہشوں نے اپنا غلام بنا لیا، نتیجہ یہ نکلا کہ بدترین پستیوں میں جا گرا اور قرآن کریم میں اس کا تذکرہ انتہائی قابل نفرت انداز میں کیا گیا۔ سورۂ اعراف میں ہے: ''اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیتوں کی بدولت بلندی عطا کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگ گیا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔'' (الاعراف:176)

یہ صرف بلعم بن باعوراء کا معاملہ نہیں ہے بلکہ جو کوئی بھی نفس کی غلامی میں مبتلا ہو جائے گا اس پر یہ آیت کریمہ صادق آئے گی۔ نفسانی خواہشات میں سے بدترین خواہشات شکم اور فرج کی شہوات ہیں۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ پیٹ اور شرمگاہ کے حوالے سے ہے۔

کیا نظر تھی ہمارے حضور ﷺ کی، آج پوری امت پر نظر ڈالیں تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ شکم اور فرج کی غلامی ہی ہے جس نے ہمیں صراطِ مستقیم سے دور ہٹا دیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بڑے درد اور پیار سے مسلمانوں کو سمجھایا کرتے تھے، فرماتے تھے: ''لوگو! مجھے ڈر ہے کہ تم طولِ امل (لمبی زندگی کی امید) اور اتباعِ ھویٰ کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے، طولِ امل آخرت فراموشی کا سبب بنے گی اور اتباعِ ھویٰ حق کی پیروی سے محروم کر دے گی، سن لو دنیا تو پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے اور آخرت آ رہی ہے دنیا اور آخرت دونوں کے بیٹے ہیں، تم آخرت کے بیٹے بنو، دنیا کے بیٹے نہ بنو، کیونکہ آج عمل ہے مگر حساب نہیں اور کل حساب ہوگا مگر عمل کی مہلت باقی نہیں رہے گی۔''

(فضائل الصحابہ للامام احمد:530/1)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ حضرت! کیا اہل قبلہ میں بھی شرک ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! منافق بھی مشرک ہوتے ہیں کیونکہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر شمس و قمر کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں جبکہ منافق اپنی خواہشات کی پرستش کرتے ہیں، پھر انہوں نے وہ آیت کریمہ پڑھی جس کا مفہوم یہ ہے: ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو معبود بنائے ہوئے ہے۔''

(الاضواء 330/6)

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے ''مخلوق پر چھ وجہ سے فساد آیا ہے:

1۔ آخرت کے اعمال کے بارے میں نیت اور اعتقاد کی کمزوری۔

2۔ ان کے بدن خواہشات کی سواری بن گئے ہوں۔

3۔ چھوٹی سی عمر ہے مگر ان پر طولِ امل غالب آ گئی ہے۔

4۔ مخلوق کی رضا کو اللہ کی رضا پر ترجیح دیتے ہیں۔

5۔ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو انہوں نے چھوڑ رکھا ہے۔

6۔ سلف کی لغزشوں کو اپنے لیے محبت لیتے ہیں اور ان کے اکثر مناقب کو دفن کر دیتے ہیں۔''

(الاعتصام:68/1)

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''سارے گناہوں کا سبب نفسانی خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت ترجیح دینا ہے، اللہ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ مشرکوں کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کی اتباع کرتے ہیں اس طرح بدعات کا سبب بھی یہی ہے کہ خواہشات کو شریعت پر مقدم رکھا جاتا ہے اسی لیے بدعتیوں کو 'اہل ہواء'' کہا جاتا ہے، جس شخص کی محبت اور نفرت، عطا اور منع، نفسانی خواہش کی بناء پر ہو تو یہ چیز اس کے ایمان میں نقص کا سبب ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس سے توبہ کرے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی طرف رجوع کرے اور نفسانی خواہشات سمیت ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور مرضیات کو مقدم رکھے۔''

(جامع العلوم والحکم:366،367)

عجلت پسندی قرآن وحدیث کی روشنی میں

محمد عبداللہ، علی گڑھ

اللہ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف اور افضل بنایا ہے، انسان کو تمام مخلوقات پر یہ امتیاز ایسے ہی نہیں مل گیا بلکہ اس کی اہم وجہ انسان کے اعمال کے ساتھ جزا وسزا کا منسلک ہونا اور دیگر مخلوقات کے مقابلے میں بہت سی صفات کا حامل ہونا ہے۔

اللہ نے انسان کو جن صفات سے نوازا کچھ تو انسان اور حیوان میں مشترک ہیں جیسے بھوک لگنا، نیند کا آنا محبت کرنا اور غصہ آنا وغیرہ، اور کچھ صفات میں انسان سب سے ممتاز ہے جیسے صفت ملوکیت، تعلیم وتعلم، تدبیر کرنا ایجادات کرنا، وغیرہ۔ اللہ نے انسانی صفات کو ایسے سانچے میں ڈھالا گیا ہے کہ وہ انھیں اچھے اور برے مواقع پر یکساں استعمال کرسکتا ہے، ان سے اچھا اور برا دونوں طرح کا کام لے سکتا ہے۔ چنانچہ انسان کو من جانب اللہ کچھ اصول و ضوابط دے کر ان صفات کے استعمال میں آزادی دی گئی ہے، اب چاہے وہ ان کا اچھا استعمال کرے اور جزا کا مستحق ہوجائے اور چاہے تو ان کو برا استعمال کر کے اپنی دنیا اور آخرت کا نقصان کرلے۔

چنانچہ انسان کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ بہت جلد باز واقع ہوا ہے ارشاد خداوندی ہے: ﴿خلق الانسان من عجل﴾ (الانبیاء: 21) ''انسان جلد باز مخلوق ہے (یعنی وہ ہر کام میں جلد بازی چاہتا ہے)۔''

عجلت پسندی بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ بسا اوقات یہ مقصود و مطلوب ہوا کرتی ہے جیسے کسی گناہ کے ہوجانے کے بعد توبہ میں عجلت مطلوب ہے اور عند اللہ یہی محمود ہے، ارشاد خداوندی ہے: ''اپنے رب کی مغفرت اور اس کی اس جنت کی طرف ایک دوسرے سے جلدی پہونچنے کی کوشش کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین ہے۔'' (آل عمران: 133)

نماز جمعہ کے تعلق سے بھی جلد بازی کا حکم ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کے لیے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو، اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہ تمہارے لیے بہت نفع کی چیز ہے۔'' (جمعہ: 9)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے کار خیر میں پہل کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''اچھے کام کرنے میں جلدی کیا کرو۔'' (مسلم: 169)

یہ آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ ہمیں بتارہی ہیں کہ جلد بازی فی نفسہ بری صفت نہیں ہے بلکہ بعض جگہ تاخیر ہی باعث مذمت ہوا کرتی ہے، لیکن کچھ جگہیں ایسی بھی ہیں جہاں عجلت پسندی اللہ کو نہایت ناپسند ہے اور ایسی جگہوں پر اللہ نے انسان کو اپنی اس صفت کو کنٹرول کر کے صبر وتحمل سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ عام طور سے انسان کی عادت ہے کہ وہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کیے انھیں بغیر جلد بازی میں پھیلا دیتا ہے، ہمیں کبھی کوئی ایسی خبر سننے کو ملتی ہے جس کا تعلق ہمارے جذبات سے ہوتا ہے اور اس وقت ہمارا دل بے قابو ہوجاتا ہے اور ہمیں مجبور کرتا ہے کہ جلد از جلد یہ بات دوسروں تک پہنچائیں، اور ہم اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر بنا جانچ پڑتال کے اسے آگے بڑھا دیتے ہیں جو کبھی کبھار ہمارے اور دوسرے لوگوں کے لیے ایسی باعث نقصان بن جاتی ہیں جن کی تلافی ہم چاہ کر بھی نہیں کرسکتے۔

قرآن پاک نے بلا تحقیق باتیں پھیلانے سے سختی سے منع کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی غیر معتبر شخص کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی جانچ پڑتال کرلو کبھی تم کسی قوم کو انجانے میں کوئی نقصان پہنچادو اور پھر اپنی اس حرکت پر نظریں اٹھانے کے لائق نہ رہو۔'' (الحجرات: 6)

آپ اپنے اطراف کا جائزہ لیجیے کہ دن بھر میں ہزاروں من گھڑت باتیں بلا تحقیق آگے بڑھادی جاتی ہیں، اور ان کی جانچ پڑتال کے تعلق سے ہم سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک ہندوستان میں ہونے والے بیشتر فسادات انھیں افواہوں کی دین ہیں جو اب تک ہزاروں زندگیاں تباہ کرچکے ہیں۔

یہ تو اجتماعی زندگی کے نقصان کی ایک جھلک ہے لیکن اگر ہم اپنی انفرادی زندگی میں بھی جائزہ لیں تو گھریلو، معاشرتی اور خاندانی ہر طرح کو نقصان ہماری اس عجلت پسندی کے سبب ہوتا ہے۔

اس لیے آج کل سوشل میڈیا (فیس بک، واٹس ایپ، یوٹیوب) کے صارفین کی یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی میسیج، پوسٹ یا ویڈیو کو بلا تحقیق ہرگز نہ پھیلائیں، ورنہ ہماری یہ نادانی ہمیں اور دوسروں کو کسی نا قابل تلافی نقصان سے دوچار کرسکتی ہے۔ اسی طرح عجلت پسندی جن کاموں میں اللہ کو ناپسند ہے ان میں سے ایک بدگمانی ہے، یعنی کسی کے تعلق سے اپنے دل میں غلط خیال رکھنا۔ ہم کسی شخص کے کسی ایک عمل کو دیکھ کر بلکہ اس کے متعلق ایک بات سن کر ہی اس سے بدگمان ہوجایا کرتے ہیں، اور پھر اس کے بارے میں اپنا ایک فرضی نظریہ قائم کر کے ساری زندگی اسی نظر سے اسے دیکھا کرتے ہیں، جبکہ اپنے بارے میں ہماری خواہش ہوتی ہے کہ لوگ ہمیشہ ہم سے خوش گمان رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قدر جلدی گمان قائم کرنے والوں کو سخت نوٹس دیا ہے ارشاد فرمایا: ''اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔'' (الحجرت: 12)

بدگمانی انسانی معاشرے کا وہ ناسور ہے جو آہستہ آہستہ محبتوں کو ختم کر کے نفرتوں کو جنم دیتا ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے اس سے بچنے کا سختی سے حکم دیا، فرمایا: ''تم لوگ برے گمانوں سے بچتے رہو، کیونکہ بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹی بات نہیں ہے۔'' (بخاری)

یاد رکھیے! اپنے کسی بھی بھائی بہن کے متعلق سے فوراً بدگمان ہونے سے بچیے۔ پہلے اچھی طرح اس کو پرکھ لیجیے بہت ممکن ہے کہ آپ خود ہی غلطی پر ہوں۔ آپ خود سوچیے کیا آپ اس بات کو گوارا کریں گے کہ کوئی آپ کی ناکردہ خطا پر آپ سے بدگمان ہوجائے؟ تو پھر یہی معیار ہم اپنے ہی بھائی کے سلسلے میں کیوں نہیں رکھتے؟

چنانچہ علماء فرماتے ہیں، دل کا سکون اور زندگی کی حقیقی خوشی چاہتے ہو تو اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن ظن رکھنا سیکھو، کیونکہ بدگمانی کرنے والے سے ذہنی سکون چھین لیا جاتا ہے۔ ہمارے اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنی ودیعت کردہ صفات کا استعمال مثبت انداز سے کرنا چاہیے، اس لیے اچھے اور نیک کاموں میں جلد بازی سے کام لیجیے، اور جن جگہوں پر اللہ نے ہمیں عجلت پسندی کو قابو میں کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق پھیلانا، کسی کے تعلق سے برا گمان کرنا، اور بے جا غصہ سے کام لینا ان جیسی جگہوں پر نہایت صبر وتحمل سے قدم اٹھایا کیجیے۔

تو آئیے! ایک نئی خوشگوار زندگی کی شروعات کریں، یقین جانئے ان اصولوں پر عمل کر کے ہم عند اللہ محبوب بن جائیں گے اور لوگوں کے درمیان بھی ہماری پہچان ایک معتبر اور نیک انسان کے طور پر ہوگی۔ ❁❁

ایک سالہ کورس کی اختتامی اور قرآن اکیڈمی ایلومنائی کی افتتاحی تقریب

مرتضیٰ احمد اعوان

یکم اپریل 2018ء بروز اتوار صبح گیارہ بجے ڈاکٹر عارف رشید صاحب کے ہفتہ وار درس قرآن کے بعد قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں تقریب کا آغاز ہوا۔اس تقریب کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ پہلا حصہ رجوع الی القرآن کورس پارٹ ون اور پارٹ ٹو کے فارغ ہونے والے طلبہ میں اسناد کی تقسیم اور طلبہ کے تاثرات پر مشتمل تھا۔دوسرا حصہ قرآن اکیڈمی ایلومنائی کے اجلاس پر مشتمل تھا۔جس میں ان کورسز سے فارغ التحصیل سابق طلبہ اور اساتذہ کو مدعو کیا گیا تھا۔ان میں سے کچھ اساتذہ نے اپنے تاثرات بیان کیے۔اس اجتماع میں پورے پاکستان سے اور سب سے زیادہ کراچی سے 24 حضرات شریک ہوئے۔

کورسز کے کوآرڈینیٹر رشید ارشد نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے۔

رجوع الی القرآن کورس کے استاد رشید ارشد نے اپنی ابتدائی گفتگو میں کہا کہ 80 کی دہائی کے اوائل میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اس کام کا آغاز کیا تھا۔اس سلسلے میں انہوں نے مرکزی انجمن خدام القرآن بنائی تاکہ قرآن کے خدام پیدا کیے جاسکیں۔ الحمدللہ اب پورے پاکستان میں ایسے خدام ہیں جو بلاتفریق مسلک خدمت قرآنی کا کام کر رہے ہیں۔

انہوں نے دونوں کورسز میں پڑھائے جانے والے مضامین کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ عربی گرامر حافظ مطیع الرحمان نے پڑھائی لیکن تکمیل سے پہلے ان کی سرکاری جاب ہوگئی اور وہ چھوڑ کر چلے گئے ان کی جگہ مفتی ارسلان محمود نے عربی گرامر کی تدریس مکمل کی۔ ترجمہ قرآن حافظ مومن محمود اور منتخب نصاب حافظ محسن محمود نے پڑھایا۔مطالعہ حدیث کی ذمہ داری میرے پاس تھی۔اصول الفقہ کی تدریس شہرام اقبال نے کی۔امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی کتاب ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' کا سبقاً سبقاً مطالعہ کروایا۔اس کے علاوہ حافظ عاطف وحید، چودھری رحمت اللہ بٹر اور جمیل الرحمان عباسی نے مختلف موضوعات پر لیکچرز دیے۔

اس کے بعد کچھ طلبہ نے اپنے تاثرات بیان کیے۔

جناب شیر افگن جو تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق ہیں، نے اپنے تاثرات میں کہا کہ اس کورس میں مختلف ذہن کے لوگ ہوتے ہیں۔ہمارے اساتذہ نے ہمیں مختلف نوعیت سے ہینڈل کیا، ان کا تدریسی انداز روایتی نہیں تھا۔اس کورس کے کرنے سے اپنے کردار میں تبدیلی محسوس کی۔پہلے میرے پاس صرف علم تھا لیکن اس کورس سے اس علم کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔یہ سب اساتذہ کی محنت کا نتیجہ ہے۔

ڈاکٹر مدثر اقبال جنہوں نے اس کورس میں پہلی پوزیشن حاصل کی، انہوں نے کہا کہ ایم بی بی ایس کی تعلیم کے دوران اللہ نے دینی تعلیم کا احساس پیدا کیا۔دنیوی تعلیم کے دوران دین کی تعلیم سیکھنے کا ماحول بہت کم میسر آتا ہے۔اس کورس میں میرے ساتھی بہت قربانیاں دے کر آئے۔اللہ ان کی اس کاوش کو قبول کرے۔اس کورس سے اللہ، رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے ساتھ قلبی تعلق پیدا ہوا۔نماز میں قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔اساتذہ نے دور جدید کے فتنوں کی حقیقت بتائی۔سب سے بڑا سبق یہ حاصل ہوا کہ زندگی کس پلاننگ کے ساتھ گزاری جائے۔اصل مومن وہ ہے جو اپنی موت کو سامنے رکھ کر زندگی گزارتا ہے۔کیونکہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔

اس کے بعد طلبہ میں اسناد تقسیم کی گئیں۔پارٹ ون کے طلبہ میں صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد صاحب اور پارٹ ٹو کے طلبہ میں ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب نے اسناد تقسیم کیں۔

قرآن اکیڈمی ایلومنائی تقریب

شعبہ تحقیق اسلامی کے انچارج حافظ عاطف وحید نے ایلومنائی کے اس پہلے پروگرام میں تمام حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ اس دعوت رجوع الی القرآن کا ناطہ نبی اکرم ﷺ کے فرامین کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔اس خطے میں اٹھارویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادگان نے اس کام کا آغاز کیا۔بیسویں صدی کے شروع میں حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت قرآنی کے ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد مرحومؒ نے الہلال اور البلاغ کے ذریعے قرآنی فکر کو اجاگر کیا۔بیسویں صدی کے نصف آخر میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ نے اس کام کو شروع کیا۔جبکہ آغاز صدی میں حضرت شیخ الہندؒ نے اسیر مالٹا سے واپس آکر قرآنی فکر کو عام کرنے کا جو پروگرام بنایا ڈاکٹر صاحب نے اس کو ایک عملی شکل دی۔پہلے حلقہ ہائے دروس قائم کیے پھر انجمن خدام القرآن قائم کی۔آپ نے رجوع الی القرآن کورسز سے پہلے فیلوشپ اسکیم شروع کی تھی۔شروع میں جن اساتذہ نے خدمات سرانجام دیں ان میں حافظ احمد یار رحمہ اللہ، علامہ شبیر بخاری اور شیخ الحدیث مولانا الطاف الرحمٰن بنوی شامل ہیں۔جبکہ معروف شخصیات عمران این حسین، ڈاکٹر باسط بلال کوشل اور ڈاکٹر ماہان مرزا اس کورس کے فضلاء میں شامل ہیں۔

ایلومنائی کے حوالے سے پہلے ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ اور حافظ عاکف سعید نے متعدد بار تذکرہ کیا کہ جو لوگ یہاں سے فارغ ہو کر چلے گئے ہیں ان سے رابطہ اور تعلق کیسے قائم کیا جائے۔الحمدللہ اس حوالے سے ہم نے آغاز کر دیا ہے۔ہمارے پیش نظر یہی ہے کہ انجمن کے اہداف کے ضمن میں باہمی ربط وضبط قائم کیا جائے۔جو لوگ دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں ہم ان کو سپورٹ کریں اور ان کو معاونت مہیا کریں گے۔

سٹیج سیکرٹری رشید ارشد نے کہا کہ میری نگرانی میں ان کورسز کے تقریباً 18 بیجز مکمل ہوئے ہیں۔لیکن یہاں بہت سے لوگوں نے بھی تدریسی خدمات سرانجام دیں۔کچھ شخصیات کا انتقال ہو چکا ہے۔ہمارے ایک نوجوان ساتھی محمد فواد جن کا کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا، انہوں نے یہاں بہت عمدہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔حافظ نذیر احمد ہاشمی نے یہاں برسوں علوم دینیہ کی تدریس کی۔عطاء الرحمان ثاقب مرحوم، جن کو کچھ سال پہلے لاہور میں قتل کر دیا گیا تھا، وہ بھی یہاں عربی پڑھاتے رہے بعد میں انہوں نے فہم قرآن کے حوالے سے تحریک شروع کی تھی۔حافظ علاؤالدین نے ترجمہ قرآن اور تجوید کی تدریس کی۔آج کل راولپنڈی میں المہیمن ادارہ کے ذریعے دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ لطف الرحمان خان، حافظ ابراہیم، انجینئر محمد علی، حافظ اشرف، آصف حمید اور حافظ رفیق نے بھی ان کورسز میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے انہیں بہترین اجر سے نوازے۔

اس کے بعد کچھ شخصیات نے اپنے تاثرات بیان کیے۔جنہوں نے پہلے ان کورسز میں تعلیم حاصل کی اور پھر ان میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔

قرآن اکیڈمی کراچی کے استاد اویس پاشا قرنی نے پارٹ ون کراچی سے کیا تھا پھر

پارٹ ٹو لاہور میں کیا۔انہوں نے اپنے تاثرات میں کہا کہ میرا یہ زندگی تبدیل کرنے والا تجربہ تھا۔ہمارے اساتذہ نے ہمارے اندر علمی ذوق پیدا کرنے کی کوشش کی۔اس کورس کے بعد بڑی بڑی کتابوں کے مطالعے کا موقع ملا۔اساتذہ کی شفقت ہر وقت ہمارے ساتھ تھی۔آج بھی ہم اگر کوئی دین کا کام کر رہے ہیں تو اس میں اساتذہ کی راہنمائی شامل ہے۔

ناظم شعبہ سمع وبصر آصف حمید نے کہا کہ میں نے 1990ء میں یہ کورس کیا۔93ء میں قرآن اکیڈمی میں شام کی کلاسز پڑھائیں۔94ء سے 2005ء تک عربی زبان ایک سالہ کورس میں پڑھائی۔تدریس کا تجربہ بہت خوبصورت تھا۔حافظ احمد یار رحمہ اللہ اور مولانا نذیر احمد ہاشمی اور جاوید احمد (کراچی) میرے استاد تھے۔اس کے علاوہ مولانا عصمت اللہ نے ہمارے اندر ترکیب قرآن کا ذوق پیدا کیا۔ان کورسز کے دو مقاصد ہیں یعنی سیکھنا اور سکھانا۔اس کورس کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ یہاں سے لوگ قرآن سیکھتے ہیں اور پھر سکھاتے ہیں اور ایسے لوگ انجمن خدام القرآن کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں بہترین رول ادا کر رہے ہیں۔

comsats یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد زبیر نے کہا کہ اس کورس میں ہمیں اساتذہ نے بہت محنت سے پڑھایا۔اس کورس سے میری زندگی کی لائن تبدیل ہوگئی اور مجھے مزید دین کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔پہلے مجھے نہ لکھنا آتا تھا اور نہ ہی خطاب کر سکتا تھا۔قرآن اکیڈمی کے دو شعبوں (شعبہ تدریس اور شعبہ تحقیق) سے میں نے قوت بیان اور تحریر لکھنے کی صلاحیت حاصل کی۔آج مجھ سے کوئی بھی کہتا ہے کہ میں دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں تو میں اسے رجوع الی القرآن کورسز کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

ایک سالہ کورس کے سابق استاد حافظ انجینئر عبداللہ محمود (ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی وقار احمد صاحب کے فرزند) نے کہا کہ کوئی بھی قرآنی کورس ہو وہ ہمیں قرآن سکھاتا ہے اور ہمارے اندر ہدایت حاصل کرنے کی تڑپ پیدا کرتا ہے۔قرآن کا اعجاز ہے کہ جو دل سے اسے تھامے گا اللہ تعالیٰ انگلی پکڑ کر اسے چلائے گا۔ایک سالہ کورس ہماری منزل نہیں بلکہ یہ تو ابتدا ہے۔ہم اگر دین کا کام کرتے ہیں تو اس میں ہمارے اندر تکبر یعنی اپنے آپ کو کچھ سمجھنا نہیں چاہیے۔ہماری سوچ ان چیزوں سے پاک ہونی چاہیے۔اصل مقصود رب کی رضا ہونی چاہیے۔میرے والد صاحب نے بھی دو سالہ کورس کیا تھا۔وہ بہت محنت کرتے تھے،ہم سے باقاعدہ ترجمہ قرآن کے نوٹس بنواتے۔آج اگر میں کچھ دین کا کام کر رہا ہوں تو انہی کی محنت کا نتیجہ ہے۔

انجمن خدام القرآن فیصل آباد کے صدر ڈاکٹر عبدالسمیع، جو شروع کی فیلوشپ اسکیم کا حصہ تھے، نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جب میں نے 1974ء میں پہلی مرتبہ مسجد شہداء میں ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا درس قرآن سنا تو میرے اندر تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوگئی۔اس کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب کا درس قرآن ریگولر سننا شروع کیا۔ڈاکٹر صاحب میرے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ”میں نے جو دعوت کا کام شروع کیا ہے وہ یہ کرے گا۔“ ایک مرتبہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ آپ کی تحریریں بہت مشکل ہوتی ہیں ان کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔آپ نے اپنے جلالی انداز میں مجھ سے کہا: ”سارے کام میں ہی کروں تم ان تحریروں کو آسان کرو۔“ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب کے فکر کو آسان انداز میں پیش کرنے کا کام کیا۔ڈاکٹر صاحب کا منتخب نصاب میرے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے منتخب نصاب کی حیثیت key کی ہے۔میں نے ڈاکٹر صاحب کے علاوہ حافظ احمد یار رحمہ اللہ اور مولانا الطاف الرحمان بنوی سے پڑھا ہے۔حافظ احمد یار صاحب کا پڑھانے کا انداز بہت سادہ تھا۔اگر آپ قرآن مجید کے ساتھ اپنا رابطہ مضبوط رکھیں گے تو آپ کی ڈائریکشن اللہ اور آخرت کی طرف رہے گی۔قرآن مجید کی ہدایت اس کی تلاوت میں مضمر ہے۔قرآن کی تلاوت ہمارے اسلاف کا معمول تھا۔ہمیں بھی قرآن کی تلاوت کا معمول بنانا چاہیے۔ہمارے پاس اللہ کے فضل سے جتنا بھی اس وقت دینی علم ہے وہ ڈاکٹر صاحب کا فیضان ہے لہٰذا ہمیں ان کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کرنی چاہیے۔

پروگرام کے آخر میں صدر انجمن جناب ڈاکٹر ابصار احمد نے خطاب کیا۔انہوں نے کہا کہ میں اس مجلس کو دیکھ کر بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں جو ایک اعتبار سے قافلہ مہر و وفا ہے یعنی قرآن حکیم اور اس کے پیغام و دعوت کے ساتھ محبت اور وفاداری کا اظہار ہے۔آج narcissism اور انفرادیت کا دور دورہ ہے جبکہ بحیثیت مسلمان ہمیں امت بنایا گیا ہے۔مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے انجمن کے ساتھ ساتھ قیام نظام اسلامی کی عملی جدوجہد کے لیے احیائی حزب (تنظیم اسلامی) کی بھی بنیاد ڈالی۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کورسز میں ”عمدۃ العلم“ مہیا کیا جاتا ہے۔ایلومنائی کی تقریب مل بیٹھنے کا موقع اچھا ہے جو ہمارے لیے پرانے دینی اسباق اور ذمہ داریوں کی یاد دہانی کروا سکتا ہے۔بہر حال یہ بہت اچھا خیال ہے۔حافظ عاطف وحید اور ان کے ساتھیوں نے بہت محنت کی۔یہ پوری مجلس ایک مقصد کے تحت ہے۔ہمیں دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا کرے اور ہمارا یہ پڑھنا پڑھانا باعث برکت ہو۔تاکہ ہم نبی اکرم ﷺ کی حدیث ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“ کا مصداق بن سکیں۔علم حاصل کرنے کے بعد اس پر عمل نہ کرنا یا اسے دوسروں تک نہ پہنچانا بہت بڑی محرومی کا کام ہے کیونکہ حدیث کے مطابق آخرت میں جو پانچ سوال پوچھے جائیں گے ان میں ایک یہ سوال ہوگا کہ جتنا علم حاصل کیا تھا اس پر عمل کتنا کیا؟ آپ ان کورسز کے ذریعے اپنی علمی بنیادیں مضبوط کرتے ہیں۔ہم نے جو پڑھا اور سیکھا ہے اس کو داخلی طور پر محفوظ بنانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ چیزیں ہمارے اندر رچ بس جائیں۔کراچی سے جو حضرات تشریف لائے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ طائفہ منصورہ ہے۔آپ سب حضرات کا یہاں تشریف آوری کا بہت بہت شکریہ۔

آخر میں محترم حافظ رفیق نے دعا کرائی اور پھر تمام حضرات قرآن اکیڈمی تشریف لائے جہاں نماز ظہر باجماعت ادا کی گئی اور پھر سب شرکاء کی پرلطف کھانے سے تواضع کی گئی۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 39 سال، تعلیم ایم کام، الہدیٰ انٹرنیشنل سے تجوید کورس، کے لیے اسلامی ذہن رکھنے والے خود مختار، برسر روزگار شخص کا رشتہ درکار ہے۔عقد ثانی کے خواہش مند بھی رجوع کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0348-6601295 0321-6147050

☆ قطر میں مقیم 38 سالہ برسر روزگار شخص، تعلیم ایم بی اے، کے لیے قطر میں مقیم پاکستانی فیملی کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-6147050 0348-6601295

انا للہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم گلبرگ کے رفیق جناب عبدالعزیز کے سسر وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Kunduz massacre and world conscience

Kunduz is well known to the Afghans as well as to rest of the world; it is located near Afghan Border with Tajikistan. Kunduz got fame when it was captured by the Taliban in September 2015 as first major blow to Afghan forces after withdrawal of US led NATO's ISAF. Kunduz resurfaced to the news headlines when on October 3, 2015, US Air Force bombed the Kunduz Trauma Centre administered by Médecins Sans Frontières (MSF) or Doctors without Borders. Ruthless bombing resulted in the killings of over 42 people and injured dozens more. Afghans as well as the world shouted foul and as usual rhetoric authorities of US led and guided Afghan regime promised action against defaulters.

However, the biggest tale of the deaths of innocent Afghans has unfolded on Monday, April 2, when Afghan claimed air strike has resulted in the killings of over 150 innocent scholars, students and common citizens most of them being children under aging from 6 to 18 years. Afghan Government declared the bombing as an attack on the Taliban leadership whereas the eyewitnesses and the Taliban both refute Afghan puppet regime's claims. Relatives of the wounded told AFP at the hospital that the attack happened during a graduation ceremony at the madrasa in Dasht-e-Archi district, which comprises of mostly Pashtun population. US Forces in Afghanistan, have delinked themselves from the bombing calling it an Afghan affair but then who provided details of the target to Afghan Forces?

Unfortunate part of the story is the response by the international community and the so called free world and its free media on this ruthless killing spree. Media and Human rights organization and even the Pashtun leadership of Afghanistan and Pakistan are either silent on the killings of Pashtun brethren or down playing it a collateral damage. The graduation ceremony was well advertised and the Kabul administration was in knowledge of the event. Afghan Taliban claim that Indian military persons may also have been onboard in Indian provided helicopters carrying out bombing. How on God's earth could the Pashtun supporting Ashraf Ghani plan killing of innocent madrassa students? Where are those chanting the slogans of protecting the rights of Pashtuns from either side of the Pakistan-Afghanistan Border? Is it not the case of killing Pashtuns from the so called Pashtun defenders of Afghanistan?

Monday's Kunduz tragedy cannot be termed accidental. It is easy to link the chain of events unfolding in the world targeting Muslim youth. On March 30, 16 young Muslims were killed and over 1100 injured when Israeli forces opened fire on protesting Palestinians. Similarly India has killed more than 21 Kashmiris and injured over 100 in Indian Held Kashmir's Shopian and Islamabad districts. Kunduz tragedy is worst of all where Afghan youth attending the ceremony were Huffaz- e-Quran. Killing spree of the Muslim youth by the Israeli, Indian and Afghan Allies of the US cannot be a coincident. Are these killings in and around the Easter aimed at conveying some message to the Muslims?

Afghans are in pain because of the bombing on innocent children. Former President Hamid Karzai is at least brave enough to condemn the bombing as he realized Afghan pain and anguish. Afghans will resent the bombing and people will look to the Taliban to avenge the indiscriminate killings. There is also the probability of increase in 'Green on Blue' and 'Green on Green' attacks, as the soldiers of Afghan Forces switch sides, resulting in huge causalities.

It appears that Afghanistan just had its very own APS tragedy, difference being that more than a 150 children graduating for memorizing the Qur'an were killed not by terrorists but by the NATO and RAW backed Afghan Airforce. This is not war against terrorism, This is terrorism!

<u>Source</u>*: Adapted from an article by By Waqar K Kauravi and Umar Waqar published in daily The Nation (April 05, 2018)*

Vol: 27 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.16

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore